ہفت روزہ

سیر روحانی

لاہور

ایڈیٹر

سید مبشر احمد ایاز

8 تا 14 اگست 2000ء

دسویں آل پاکستان سالانہ سپورٹس ریلی

۱۸ تا ۲۰ فروری ۲۰۰۰ء مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

سپورٹس ریلی 2000ء کی تقریب افتتاح

مہمان خصوصی صاحبزادہ مرزا مسرور احمد صاحب ناظر اعلیٰ و امیر مقامی

فیصل آباد

حیدر آباد

کراچی

صرف احمدی احباب کے لئے

ہفت روزہ

سیر روحانی

لاہور

جلد نمبر 9 شمارہ نمبر 24

8 تا 14 اگست 2000ء

ایڈیٹر

سید مبشر احمد ایاز

نائبین

فخر الحق شمس۔ اسد اللہ غالب

معاون :۔ منصور احمد نور الدین

کمپوزنگ : اقبال احمد زبیر

پرنٹر و پبلشر: شیخ طارق محمود پانی پتی

مطبع : بلیک ایرو پرنٹر لوئر مال لاہور

مقام اشاعت: 86جی۔ ماڈل ٹاؤن لاہور

قیمت فی پرچہ 10روپے۔ سالانہ 100

اس شمارے میں

ہم تو ہر دم چڑھ رہے ہیں اک بلندی کی طرف

Stop Press....

* 170 ممالک میں احمدیت کو توحید کا پرچم لہرانے کی توفیق ملی۔
* امسال 4 کروڑ سے زائد سعید روحیں احمدیت میں شامل ہوئیں۔
* "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" بادشاہوں کی احمدیت میں شمولیت۔

اللہ تعالیٰ کی اس حیرت انگیز تائید اور بارش کی طرح برسنے والے مسلسل انعامات پر ادارہ خالد کی طرف سے

جان سے عزیز اور پیارے آقا

کی خدمت میں اور دنیا کے تمام احمدیوں کو

دِلی مبارکباد

یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

(جلسہ سالانہ ۲۰۰۰ء کی تفصیلی رپورٹ آئندہ شمارہ میں ملاحظہ فرمائیں)

نصرتِ الٰہی

(منقول از براہین احمدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ ۱۸۸۰ء)

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نُصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالَم دِکھاتی ہے

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وہ پانی اُن پہ اِک طوفان لاتی ہے

غرض رُکتے نہیں ہرگز خُدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خَلق کی کچھ پیش جاتی ہے

☆☆☆☆☆

وَجَدْتُ السَّعَادَةَ كُلَّهَا فِیْ اِطَاعَةٍ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عربی قصیدہ

وَ اَنْتَ کَرِیْمُ الْوَجْهِ مَوْلٰی مُجَامِلٍ | فَلاَ تَطْرُدِ الْغِلْمَانَ بَعْدَ التَّخَیُّرِ

تو کریم و مہربان ہے۔ آقا ہے اور حسن سلوک فرمانے والا ہے۔ پس تو ان غلاموں کے منتخب فرمانے کے بعد نہ دھتکار

وجئناك کَالْمَوْتٰی فَاَحْیِ اُمُوْرَنَا | وَنَسْتَغْفِرُنَّكَ مُسْتَغِیْثِیْنَ فَاغْفِرِ

ہم تیرے پاس مردوں کی طرح آئے ہیں پس ہمارے معاملات کو زندگی بخش۔ ہم تجھ سے بخشش مانگتے ہیں مدد کی درخواست کرتے ہوئے۔ پس معاف فرما

اِلٰی اَیِّ بَابٍ یَااِلٰهِیْ تَرُدُّنِیْ | اَتَتْرُکُنِیْ فِیْ کَفِّ خَصْمٍ مُخَسِّرٍ

کس دروازے کی طرف۔ اے میرے معبود! تو مجھے دھکیلے گا؟ کیا تو مجھے نقصان رساں دشمن کے ہاتھوں میں چھوڑ دے گا؟

اِلٰهِیْ فَدَتْكَ النَّفْسُ اَنْتَ مَقَاصِدِیْ | تَعَالَ بِفَضْلٍ مِنْ لَدُنْكَ وَبَشِّرِ

اے میرے معبود! میری جان تجھ پر فدا ہو۔ تو ہی تو میرا مقصود ہے۔ اپنے فضل کیساتھ آ۔ اور مجھے خوشخبری دے

اَ اَعْرَضْتَ عَنِّیْ لَاتُکَلِّمُ رَحْمَةً | وَقَدْ کُنْتَ مِنْ قَبْلِ الْمَصَائِبِ مُخْبِرِیْ

کیا تو نے مجھ سے منہ پھیر لیا ہے (جو) تو شفقت کے ساتھ مجھ سے کلام نہیں فرماتا۔ تُو تو ان مصائب سے پہلے میرا مخبر تھا

وَکَیْفَ اَظُنُّ زَوَالَ حُبِّكَ طَرْفَةً | وَبَاطِرُ قَلْبِیْ حُبُّكَ الْمُتَکَثِّرُ

اور میں تیری محبت کے زوال کا ایک لحظہ کے لئے بھی کیسے گمان کر سکتا ہوں جب کہ تیری محبت میرے دل کو (تیری طرف) جھکا رہی ہے

وَجَدْتُ السَّعَادَةَ کُلَّهَا فِیْ اِطَاعَةٍ | فَوَفِّقْ لِاٰخَرِمِنْ خُلُوْصٍ وَّ یَسِّرِ

اے خدا! میں نے ساری کی ساری خوش بختی اطاعت میں پائی ہے۔ پس دوسروں کو بھی خلوص کی توفیق دے اور آسانی پیدا کر

اِلٰهِیْ بِوَجْهِكَ اَدْرِكِ الْعَبْدَ رَحْمَةً | تَعَالَ اِلٰی عَبْدٍ ذَلِیْلٍ مُکَفَّرِ

اے میرے خدا! اپنی ذات کے طفیل اس بندے کی رحم کے ساتھ دستگیری فرما اور (اپنے) کمزور اور عاجز بندے کی طرف جو تکفیر کیا گیا ہے' آجا

وَمِنْ قَبْلِ هٰذَا کُنْتَ تَسْمَعُ دَعْوَتِیْ | وَقَدْ کُنْتَ فِی الْمِضْمَارِ تُرْسِیْ وَّ مَأْزَرِیْ

اور اس سے پہلے تو میری دعائیں سنتا رہا ہے اور تو میدان میں میری ڈھال اور پناہ بنا رہا ہے

اِلٰهِیْ أَغِثْنِیْ یَااِلٰهِیْ اَمِدَّنِیْ | وَبَشِّرْ بِمَقْصُوْدِیْ حَنَانًا وَّ خَبِّرِ

اے میرے خدا! میری فریاد رسی کر۔ اے میرے خدا! میری مدد کر اور مہربانی سے میرے مقصود کی بشارت دے اور آگاہ کر

(روحانی خزائن جلد نمبر 8 سر الخلافہ)

ملجا و ماوائے من

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی منظوم کلام

اے قدیر و خالقِ ارض و سما | اے رحیم و مہربان و رہنما!

اے قادر اور آسمان زمین کے پیدا کرنیوالے اے رحیم مہربان اور رستہ دکھانے والے

ایکہ میداری تو بر دِلہا نظر | ایکہ از تو نیست چیزے مستتر

اے وہ جو کہ دلوں پر نظر رکھتا ہے اے وہ کہ تجھ سے کوئی چیز بھی چھپی ہوئی نہیں

گر تومے بینی مرا پُر فسق و شر | گر تو دید استی کہ ہستم بدگہر!

اگر تو مجھے نافرمانی اور شرارتوں سے بھرا ہوا دیکھتا ہے اور اگر تو نے دیکھ لیا ہے کہ میں بدگہر ہوں

پارہ پارہ کُن منِ بدکار را | شاد کن ایں زُمرۂ اغیار را

تو مجھ بدکار کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈال اور میرے دشمنوں کے گروہ کو خوش کر دے

بر دلِ شاں ابرِ رحمت ہابہار | ہر مرادِ شاں بفضلِ خود برار

ان کے دلوں پر اپنی رحمت کا بادل برسا اور اپنے فضل سے ان کی ہر مراد پوری کر

آتش افشاں بر در و دیوارِ من! | دشمنم باش و تبہ کن کارِ من

میرے درو دیوار پر آگ برسا میرا دشمن ہو جا اور میرا کاروبار تباہ کر دے

در مرا از بندگانت یافتی | قبلۂ من آستانت یافتی

لیکن اگر تو نے مجھے اپنے بندوں میں شمار کیا ہے اور اپنی بارگاہ کو میرا قبلہ مقصود پاتا ہے

در دلِ من آں محبت دیدۂ | کز جہاں آں راز را پوشیدۂ

اور میرے دل میں وہ محبت دیکھی ہے کہ دنیا سے تو نے اس راز کو چھپایا ہے

با من از روئے محبت کار کُن | اندکے افشائے آں اسرار کن!

تو محبت کی رو سے مجھ سے پیش آ۔ اور ان اسرار کو تھوڑا سا ظاہر کر دے

ایکہ آئی سوئے ہر جویندۂ | واقفی از سوزِ ہر سوزندۂ

اے وہ کہ تو ہر متلاشی کے پاس آتا ہے اور ہر جلنے والے کے سوز سے واقف ہے

زاں تعلق ہا کہ با تو داشتم! | زاں محبت ہا کہ در دل کاشتم

تو اُس تعلق کی قسم جو میں تجھ سے رکھتا ہوں اور اس محبت کی سوگند جو میں نے اپنے دل میں بوئی ہے

خود بروں آ از پئے ابراءِ من | اے تو کہف و ملجا و ماوائے من

تو آپ میری بریت کے لئے باہر نکل تُو تو میرا حصار اور جائے پناہ اور ٹھکانا ہے

آتشے کاندر دلم افروختی | و ز دمِ آں غیرِ خود را سوختی

وہ آگ جو تو نے میرے دل میں روشن کی ہے اور اُس کے شعلوں سے تو نے اپنی غیر کو جلا دیا ہے

ہم ازاں آتش رخِ من بر فروز | ویں شبِ تارم مُبدّل کن بروز

اُسی آگ سے میرے چہرہ کو بھی روشن کر دے اور میری اس اندھیری رات کو دن سے بدل دے

چشم بکشا ایں جہانِ کُور را | اے شدید البطش بنما زور را

اس اندھی دنیا کی آنکھیں کھول اور اے سخت گیر خداوند اپنا زور دکھا

زِ آسماں نورِ نشانِ خود نما | یک گُلے از بوستانِ خود نما

آسمان سے اپنے نشانات کا نور ظاہر کر اور اپنے باغ میں سے ایک پھول دکھا

ایں جہاں بینم پُر از فسق و فساد | غافلاں رانیست وقتِ موت یاد

میں اس جہان کو فسق و فجور سے پُر دیکھتا ہوں غافلوں کو موت کا وقت یاد نہیں رہا

از حقائق غافل و بیگانہ اند | ہمچو طفلاں مائلِ افسانہ اند

وہ حقائق سے غافل اور ناواقف ہیں اور بچوں کی طرح انہیں صرف کہانیوں کا شوق ہے

سرد شد دلہا زِمہرِ روئے دوست | روئے دِلہا تافتہ از کوئے دوست

ان کے دل دوست کے چہرے کی محبت سے سرد ہیں اور دلوں کے رُخ دوست کے کوچہ سے پھر گئے ہیں

سیل در جوش است و شب تاریک و تار | از کرمہا آفتابے را برار

سیلاب جوش میں ہے اور رات سخت اندھیری کرم فرما کر سورج چڑھا دے

روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 424 (حقیقۃ المھدی)

تعارف کتب

تحفہ قیصریہ

ملکہ وکٹوریہ کی ڈائمنڈ جوبلی کی تقریب جون 1897ء میں بعض دیگر ممالک کی طرح ہندوستان میں بھی بڑی دھوم دھام سے حکومتی سطح پر منائی گئی۔ اور ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد اور اداروں اور خصوصاً مسلمانوں کے راہنماؤں نے بھی جس طرح ممکن ہوا ان تقریبات کو منعقد کیا۔ جشن منائے اور اپنی اپنی وفاداری کا یقین دلایا۔ ملکہ کو تہنیتی پیغامات کے تار بھجوائے گئے، اس کی شان میں قصیدے لکھے گئے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے بھائی حضرت یوسفؑ کی سنت پر عمل کرتے ہوئے۔ جب ان کے پاس دو تعبیر پوچھنے والوں نے پوچھا تو آپ نے تبلیغ کی راہ نکال لی اور تعبیر بتاتے بتاتے دعوت الی اللہ کا پیغام بھی پہنچایا جس کا تذکرہ سورۃ یوسف میں ہے، اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی سلسلہ احمدیہ نے اس جوبلی کی تقریبات میں تبلیغ اسلام کا ایک پہلو نکال لیا اور وہ اس طرح کہ آپ نے ملکہ وکٹوریہ کے نام مبارکباد کا پیغام رقم فرمایا جس کو "تحفہ قیصریہ" کا نام دیا۔ اور 32 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ 25 مئی 1897ء کو طبع کروایا گیا۔ اس کی چند خوبصورت جلدیں تیار کر کے ڈپٹی کمشنر گورداسپور، وائسرائے گورنر جنرل وغیرہ کو ملکہ معظمہ کی خدمت میں پیش کرنے کے لئے بھیجی گئیں۔

اس میں نہایت لطیف پیرایہ میں اور پُر حکمت انداز میں آنحضرت ﷺ کی صداقت کو بیان کیا گیا، اسلام کی عالمگیر امن و صلح اور توحید پر مبنی تعلیمات کی حقانیت اور افضلیت کا اظہار کیا اور عیسائیت کے نقائص کا بیان اور خود ملکہ کو توجہ دلائی کہ وہ اسلام کو چھوڑ کر ایک غلط عقیدے کی پیروکار ہے اس لئے بہت بہتر ہوگا کہ وہ اسلام کے نورانی مذہب کو قبول کرے۔

آپ نے پوری دنیا کے سامنے امن و آشتی کا ایک خوبصورت اسلامی اصول پیش کرتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ اصول نہایت صحیح اور نہایت مبارک اور باوجود اس کے صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا ہے کہ ہم ایسے تمام نبیوں کو سچے نبی قرار دیں جن کا مذہب جڑ پکڑ گیا اور عمر پا گیا اور کروڑہا لوگ اس مذہب میں آگئے۔ یہ اصول نہایت نیک اصول ہے اور اگر اس اصل کی تمام دنیا پابند ہو جائے تو ہزاروں فساد اور توہین مذاہب جو مخالف امن عامہ خلائق ہیں اُٹھ جائیں......

پس یہ اصول نہایت پیارا اور امن بخش اور صلح کاری کی بنیاد ڈالنے والا اور اخلاقی حالتوں کو

مدد دینے والا ہے کہ ہم ان تمام نبیوں کو سچا سمجھ لیں جو دنیا میں آئے خواہ ہند میں ظاہر ہوئے یا فارس میں یا چین میں یا کسی اور ملک میں اور خدا نے کروڑ ہا دلوں میں ایک عزت اور عظمت بٹھا دی۔ اور ان کے مذاہب کی جڑ قائم کر دی اور کئی صدیوں تک وہ مذہب چلا آیا یہی اصول ہے جو قرآن نے ہمیں سکھایا......" (صفحہ 6-7)

پھر آپ نے حضرت مسیحؑ کی نسبت عیسائی عقائد کے نقائص اور غلطیوں کی نشاندہی فرمائی اور یہ تجویز پیش کی کہ ملکہ عالیہ خود ان عقائد پر تحقیق کرے اور اس کے لئے لندن میں ایک جلسہ مذاہب کی تجویز بھی رکھی تا کہ ہر کوئی اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور ملکہ خود فیصلہ کر لے کہ کون سا مذہب سچا ہے۔

اور پھر دینِ حق کی صداقت کے لئے ملکہ کو نشان دکھانے کی پیشکش کرتے ہوئے لکھا۔

"...... میرے سچے ہونے کی۔ یہی نشانی ہے، جو مجھ سے وہ نشان ظاہر ہوتے ہیں جو انسانی طاقتوں سے بر تر ہیں اگر حضور ملکہ معظمہ قیصرۂ ہند و انگلستان توجہ کریں تو میرا خدا قادر ہے کہ ان کی تسلی کے لئے بھی کوئی نشان دکھاوے جو بشارت اور خوشی کا نشان ہو بشرطیکہ نشان دیکھنے کے بعد میرے پیغام کو قبول کر لیں......" (صفحہ 24)

اعلان ولادت

عزیزم برادرم سید اظہر احمد شاہ و عزیزہ امۃ الحئی آسیہ کو اللہ نے 30 جولائی 2000ء کو جرمنی میں پہلی بیٹی سے نوازا ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہ شفقت بچی کا نام "عائشہ کومل" عطا فرمایا ہے۔ بچی وقفِ نو کی تحریک میں شامل ہے۔

نومولود حضرت مسیح موعودؑ کے رفیق سید قاضی حبیب اللہ شاہ صاحب آف شاہدرہ کی پڑنواسی اور مکرم حبیب احمد خان صاحب مرحوم صدر جماعت سنت نگر لاہور کی نواسی ہے۔

اللہ تعالیٰ بچی کو صحت و سلامتی والی اور خدمت دین والی لمبی عمر عطا کرے اور والدین کے لئے قرۃ العین ثابت ہو۔ آمین (مدیر)

تصحیح

جولائی کے شمارہ نمبر 20 (8 تا 14 جولائی) میں صفحہ نمبر 37 پر سوال نمبر 15 کا جواب سڈنی آسٹریلیا یعنی جواب نمبر 1 درست سمجھا جائے۔

نیز سوال نمبر 2 کا جواب چھپنے سے رہ گیا تھا اس کا جواب "شہر کا نام" یعنی نمبر 1 درست ہے۔

☆☆☆

تحفہ قیصریہ

میں مذکور بعض الفاظ کے معانی اور تشریح

دَامَ اِقْبَالُھا — اسکی عظمت و عزت ہمیشہ قائم رہے

عنایتِ صمدی — اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور عطا، (صمد، اللہ کی صفت ہے جسکے معنی ہیں 'بے نیاز')

مکالمہ و مخاطبہ — باہم گفتگو، اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنے کا شرف،

اِجتِہاد — کسی ایسے معاملہ یا بات میں غور و فکر اور سوچ بچار کے بعد اسکی تشریح کرنا جو وضاحت یا تشریح کا محتاج ہو

مُحرّف — جس میں تبدیلی یا کمی بیشی کر دی گئی ہو

مُفتَری — افترا کرنے والا، اور افترا کے معانی ہیں اپنی طرف سے کوئی غلط اور جھوٹی بات بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا

شتاب کاری — جلد بازی

یشوعؑ بن نون — یہ نام "یوشع بن نون" بھی آتا ہے، یہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد ان کے خلیفہ بنے۔

سایۂ مَعْدِلت — انصاف کا سایہ، انصاف والی حکومت، مراد ہے

مُفسِدہ پَرداز — فسادی، فساد برپا کرنے والے

اِثبات — ثابت کرنا، ثبوت پیش کرنا

مُنشّی — نشہ آور، (ایسا ہی لفظ 'مُنَشِّیَات' ہے جسکو 'مُنشیات' پڑھا جاتا ہے جو درست نہیں)

سِفلی — نچلی، مُراد گھٹیا اور ذلیل

پَرتَو — سایہ، عکس

اَسْرار — سِر کی جمع ہے، بھید، راز، پوشیدہ

بَرگشتہ — دور

اِلحاح — درد، منت

پیلاطوس — (Pilate) حضرت عیسیٰ کے وقت میں، فلسطین کا گورنر، جس کے سامنے، حضرت عیسیٰ کو مجرم کی حیثیت سے پیش کیا گیا اور اس کے حکم پر (اگرچہ وہ دل سے ایسی سزا دینے پر راضی نہ تھا) حضرت عیسیٰ کو صلیب پر لٹکایا گیا۔

اِستِمزاج — مزاج سے واقفیت حاصل کرنا

نوِشتہ — لکھا ہوا، یہ لفظ عموماً ان معنی میں استعمال ہوتا ہے

۱۔ تقدیر، قسمت

۲۔ مقدس، مذہبی کتب

تَنَعُّم — نعمت والی، آسائش، پُر تعیش

طوائفُ المُلوکی — کسی ریاست یا ملک کی اس کیفیت کا نام جب اسمیں لڑائی اور بغاوت اس طرح ہو کہ ہر گروہ خود حکمران بن کر اپنی اپنی الگ حکومت کا اعلان کر دے اور اپنی ریاست کا اعلان کر دے۔

تَوارُدِ طبع — توارد کے معنی ہیں باہم مل جانا، مشابہ ہونا اور یہاں مراد ہے کہ طبیعتوں میں مشابہت ہے (بقیہ صفحہ نمبر ۵۵ پر)

رسالوں کی قیمت کے بارے میں ضروری اعلان

معزز قارئین اور ایجنٹ صاحبان کی خدمت میں یہ اطلاع دی جارہی ہے کہ گزشتہ ڈھائی سال سے رسالہ خالد و تشحیذ کی قیمت میں کسی قسم کا کوئی اضافہ نہیں کیا گیا جبکہ اس دوران :۔

☆...... کاغذ کی قیمت ملک میں رائج طریق کار کے مطابق کہ سال میں دو تین مرتبہ اپنی مرضی سے قیمت بڑھاتے چلے جاؤ' لہذا اب تک متعدد مرتبہ اس میں اضافہ ہو چکا ہے۔

☆...... طباعت کے اخراجات میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے۔

☆...... اور دوسری طرف رسالوں کے ٹائیٹل رنگین اور با تصاویر ہوتے ہیں جس کی وجہ سے اخراجات بہت بڑھ جاتے ہیں۔

☆...... اور اس کے ساتھ ساتھ رسالہ تشحیذ الاذہان کو مزید خوبصورت بنانے کے لئے اب اس کو دو رنگوں میں چھاپا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے بھی کچھ اخراجات زائد ہوتے ہیں۔

☆...... ڈاک 'یعنی آپ تک رسالہ محفوظ تر ذریعہ سے پہنچانے کے لئے ہم ڈاک کے عمومی اخراجات سے زائد خرچ کر کے آپ تک پہنچاتے ہیں اور اس پر بھی کافی خرچ اٹھتا ہے۔

اور ایک عام اندازے کے مطابق ڈیڑھ دو روپے فی رسالہ ادارہ کو نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ یہ ذہن میں رہے کہ قیمت -/7 روپے تھی لیکن خریدار کو 5:25 پیسے میں اور ایجنسی کے ذریعہ اور بھی کم قیمت پر رسالہ دیا جاتا ہے۔

لہذا مجبوراً یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ اگست 2000ء سے رسالہ خالد و تشحیذ کی قیمت -/10 روپے فی رسالہ اور سالانہ -/100 روپے ہوگی۔

اور جو صاحب ایجنسی لینا چاہتے ہیں انہیں 20% کمیشن کے ساتھ رسالہ دیا جائے گا۔

☆...... البتہ اس اضافہ کے ساتھ ساتھ رسالہ میں بھی مزید بہتری کا فیصلہ کیا گیا ہے

اور پیارے بچوں اور بچیوں کے لئے خوشخبری یہ ہے کہ ان کا رسالہ اب مستقبل طور پر مختلف رنگوں میں شائع ہوا کرے گا۔ اور اس طرح گاہے گاہے رسالہ کے صفحات بھی 40 کی بجائے 56/48 صفحات ہوا کریں گے۔ انشاء اللہ

امید ہے کہ قارئین و ایجنٹ صاحبان ہماری مجبوری کو سمجھتے ہوئے اس اضافہ کے باوجود ان رسالوں سے اپنا تعلق مضبوط رکھیں گے اور بخوشی اس اضافہ کو قبول فرماتے ہوئے مستقل اور مسلسل یہ ساتھ نبھاتے چلے جائیں۔ شکریہ

جزاکم اللہ احسن الجزاء (مینیجر رسالہ [illegible])

ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے

خلفائے احمدیت کے فرمودات سے انتخاب

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا

6 ستمبر 1965ء کو جب بھارت نے پاکستان پر حملہ کردیا تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ نے اس وقت کے صدر پاکستان فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صاحب کے نام ایک برقی پیغام ارسال فرمایا جس میں آپ فرماتے ہیں:۔

"مجھے یہ معلوم کر کے انتہائی قلق اور صدمہ ہوا ہے کہ بھارتی حکومت نے بغیر کسی وجہ اشتعال کے بزدلانہ طور پر ہماری مقدس سرزمین پر جارحانہ حملہ کیا ہے۔

امتحان و آزمائش کے موجودہ وقت میں پوری کی پوری قوم یک جان ہو کر فرد واحد کی طرح آپ کے پیچھے ہے۔

میں اپنی طرف سے اور جماعت احمدیہ کی طرف سے آپ کو دل و جان کے ساتھ مکمل تعاون اور مدد کا یقین دلاتا ہوں۔ اس نازک موقع پر ہم ہر مطلوبہ قربانی بجالانے کا عہد کرتے ہیں۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے بے پایاں فضل کے نتیجہ میں اپنی خاص راہنمائی سے آپ کو نوازے اور ہم سب کو اپنے وطن عزیز کا دفاع کرنے کی طاقت و ہمت عطا فرمائے یہاں تک کہ ہم اس کے فضل سے کلی طور پر فتحیاب ہوں اور ہمارے کشمیری بھائی آزادی سے ہمکنار ہوں۔ آمین۔ پاکستان پائندہ باد۔"

ستمبر 1965ء کی جنگ میں آپ اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"آپ کو علم ہے کہ ہندوستان نے پاکستان پر حملہ کردیا ہے اور پاکستان میں ہنگامی حالت کا اعلان کردیا ہے۔ میں پاکستان کے تمام احمدیوں کو یہ ہدایت دیتا ہوں کہ وہ اپنی شاندار روایات کو قائم رکھتے ہوئے حکومت پاکستان سے ہر طرح تعاون کریں اور استحکام پاکستان کے لئے ہر قسم کی قربانیاں بشاشت کے ساتھ پیش کرتے ہوئے حب الوطنی کا ثبوت دیں اور اپنے رب رحیم سے دعائیں بھی کرتے ہیں کہ ہمارا وہ مہربان خدا حق و صداقت اور انصاف کی فتح کا دن ہمیں جلد تر دکھائے۔

کوئی احمدی مرد اور عورت اپنے شہر قصبہ یا

گاؤں کو ہرگز نہ چھوڑے سوائے اس کے کہ حکام وقت دفاعی مصالح کے پیش نظر ان مقامات کو خالی کروانا چاہتے ہوں۔

دعاؤں اور قربانیوں کے ساتھ اپنے محبوب وطن کو مستحکم اور ناقابل تسخیر بنادیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہو۔ (الفضل 10 ستمبر 1965ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"ہمارے دلوں میں اپنے ملک کے لئے جو محبت ہے یہ وہی محبت ہے جس پر حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفی ﷺ نے یہ مہر لگائی ہے حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ (موضوعات کبیر لامام ملا علی قاری : صفحہ 40 : مطبوعہ محمدی پریس لاہور 1302ھ) یعنی وطن کی محبت ایمان کا ایک جزو ہے۔ یہ وہ صادق محبت ہے' یہ وہ گناہوں سے پاک محبت ہے' یہ وہ دکھ دینے کے خیالات سے مطہر محبت ہے' یہ وہ محبت ہے جو آنحضرت ﷺ کی سنت کی اقتداء اور آپ کے اس ارشاد کی تعمیل میں ہمارے دلوں میں پیدا کی گئی ہے اور یہی وہ محبت ہے جو ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ اگر ہمیں جانیں بھی دینی پڑیں تو ہم دریغ نہیں کریں گے۔ لیکن اپنے ملک کو نقصان نہیں پہنچنے دیں گے۔ خواہ ہمیں ہر طرف سے برا بھلا ہی کیوں نہ کہا جائے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ 31 دسمبر 1971ء)

اس کے بعد اسی خطبہ میں حضور فرماتے ہیں :۔

"آج ہمارا ملک ہم سے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ اے میرے بچو! اے کرہ ارض کے اس حصے میں رہنے والو! میری مضبوطی اور استحکام اور بقا کے لئے اپنی انتہائی قربانیاں پیش کرو۔ دنیا ہمیں جو مرضی کہتی رہے "حب الوطن من الایمان" کے ارشاد کے مطابق ہمیں آج اپنے ملک کے لئے ہر قسم کی قربانیاں دے دینی چاہئیں۔ مگر یہ وہ انتہائی قربانیاں ہونی چاہئیں جو خدا تعالیٰ کو پیاری اور محبوب بھی ہوں اور جن کے بعد اس قدرتوں کے مالک اور صاحب عزت خدا کے قادرانہ ہاتھ سے نتائج بھی نکلا کرتے ہیں۔"

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

"ہمیں اپنے وطن سے محبت ہے۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم اس محبت میں سب سے پیش پیش ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وطن ہم سے کیا سلوک کرے۔ ہم بہر حال اس وطن کے لئے ہر خطرے میں انشاء اللہ سب سے آگے کھڑے ہوں گے۔ ہر وہ تیر جو اس وطن کی طرف چلایا جائے گا احمدیوں کی چھاتیاں سب سے آگے ہوں گی ان تیروں کو لینے کے لئے"

(ماہنامہ خالد نومبر' دسمبر 1982ء : صفحہ 9)

مقالہ خصوصی — قسط نمبر 2

غیر کیا جانے کہ دلبر سے ہمیں کیا جوڑ ہے

براہین احمدیہ اور نواب صدیق حسن خان

بانئ سلسلہ احمدیہ کی صداقت کا ایک روشن نشان

(مقالہ نگار۔ عاصم جمالی)

جب براہین احمدیہ شائع ہوئی تو اس کی ایک جلد حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے نواب صدیق خان صاحب کو بھی بھیجی...... نواب صدیق حسن خان صاحب کا ایک نمایاں علمی مقام و مرتبہ تھا' وہ متعدد کتب کے مترجم و مصنف تھے...... اور والیۂ بھوپال نواب شاہجہان بیگم کے شوہر ہونے کی وجہ سے اب وہ نواب کہلانے یا سمجھنے بھی لگے...... یہی غرور تھا یا کوئی حسد تھا جس کی بناء پر انہوں نے یہ کتاب پھاڑ کر واپس بھیج دی...... اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ظاہر ہے کہ دُکھ ہوا...... اور خدا کے بندوں کو جب دُکھ ہو تو خدا آسمان پر کیسے خاموش رہ سکتا ہے۔ مَنْ عَادَ لِی وَلِیاً فَقَدْ اٰذَنْتُه للحرب

حضور کی زبان سے بے اختیار نکلا...... "اچھا تم گورنمنٹ کو خوش کرلو"۔ خدا کے اس ولی اور محبوب کے منہ سے نکلے ہوئے لفظ پیشگوئی کا رنگ اختیار کر گئے اور ایک نشان بن گئے...... اس کی تفصیلات سے بھرپور تحقیقی مقالہ مکرم و محترم عاصم جمالی نے لکھا ہے...... آپ کا نام قارئین کے لئے نیا نہیں ہے سلسلہ کے اخبارات و رسائل میں آپ کے تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہتے ہیں...... ادارہ محترم موصوف کا مشکور ہے...... چند ماہ قبل مقالہ نگار عارضہ قلب کی بناء پر صاحبِ فراش بھی رہے...... دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ آمین۔ (مدیر خالد)

بھوپال کی ملازمت سے معزولی کے بعد قنوج چلے آئے یہاں کے حالات اور بعد کے واقعات جو ۱۸۵۷ء کے متعلق ہیں کے بارے میں نواب صاحب تحریر کرتے ہیں :۔

"اس شہر کے لوگوں نے اگرچہ کوئی مخالفت سرکار انگلشیہ سے نہیں کی نہ ایک حرف کتاب بغاوت سے پڑھا صرف ایک چھوٹا سا مقابلہ جو فوج انگریزی کو سپاہ سہ بندی جانب فرخ آباد سے ہوا اس شہر سے ایک گوشہ میں واقع ہے اس میں سراسر شرارت اور فساد وہاں کے رئیس ناہموار کی تھی غرض اس کی خمیازہ میں شہر مذکور سارا الٹ گیا اور اس کے ذیل میں

سکھوں اور پنجابیوں نے ہمارا گھر بار بھی
لوٹ کر ہم کو سبکسار کر دیا۔

جمال یار نے لوٹی متاع صبر و قرار
خدا دراز کرے عمر عشق بازوں کی

غرض دوسرے روز قتل عام کا شہرہ ہوا
مریدان پدر عالی مقام قدر مرحوم تمام مرد و
زن کو ہمراہی میرے قصبہ بلگرام میں جو
قنوج سے پانچ کوس پر واقع ہے لیگئے اور وہاں
محلّہ میدان پورہ میں اس طرح پر اتفاق
اقامت ہوا کہ سوا ایک جامہ سیاہ رنگ اور نان
خشک یک وقتہ اور آب چاہ مسجد کے کچھ میسر نہ
تھا۔ اس فرصت میں چند پارے کلام اللہ کے
یاد کیے غرض بعد اس کے مرزا پور جانے
کا اتفاق ہوا اور جناب اکبر علی خان صاحب
سوداگر نے بہت مدارات کی اس اثناء میں
پروانہ رئیسہ مرحومہ نواب سکندر بیگم صاحبہ کا
میری طلب میں پہونچا اور میں نے جبل پور
کی راہ سے قصد بھوپال کیا آخر ماہ صفر میں جب
داخل بھوپال ہوا اسیوقت حکم رئیسہ موصوفہ
ہوا کہ جلد یہاں سے واپس چلے جاؤ چنانچہ بعد
قیام ایک ہفتہ بھوپال سے روانہ ہوا۔ راہ میں
ٹونک پر گذر ہوا وہاں سید حمید الدین صاحب
مرحوم کے گھر پر اترا اور وزیر الدولہ نے اللہ
تعالیٰ ان کو بخشے بہت اصرار کر کے پچاس
روپیہ ماہوار مقرر کیئے آٹھ مہینے وہاں قیام رہا
اس کے بعد نامہ رئیسہ مغفورہ بھوپال
معذرت ماجرائے سابق پھر پہنچا۔ تیرھویں
محرم ۱۲۷۵ھ کو بھوپال آیا اور رئیسہ مرحومہ
نے التفات عظیم فرمایا اور رعایت معارف راہ
فرمائی اور امور گذشتہ سے عذر خواہی چاہی اور
پچھتر روپیہ ماہوار مقرر فرمائے اور خدمت
تاریخ نگاری بھوپال عنایت کی اور تحریر و
دستور العمل بھی میرے سپرد فرمایا بعد
چندے اہتمام مدارس سلیمانیہ میرے
سپرد ہوا اور اس خدمت کو میں نے بہت
غنیمت جانا اسلئے کہ اس میں علمی شغل تھا
اور درس و تدریس جو عمدہ کام اہل علم کا ہے
اس میں اشتغال میسر ہوا۔ اس سال ایک
ماجرا پھر گذرا کہ میر منشی ریاست عبدالعلی
معزول ہوئے اور باکراہ میں ان کی خدمت
میں منصوب کیا گیا اور دو صد روپیہ ماہوار
مقرر ہوا خطاب میر دبیری ملا۔ میں اگرچہ
اس خدمت سے خوش نہ تھا مگر سوا صبر کے
چارہ کار نظر نہ آیا۔ (۲۴)

اس دوران نواب صاحب کی پہلی شادی مدار المہام محمد جمال الدین خان کی بیوہ بیٹی زکیہ بیگم سے

ہو گئی۔ اس بیوی سے نواب صاحب کے دو پسر نورالحسن اور علی حسن پیدا ہوئے اور دو بیٹیاں صفیہ اور حفصہ پیدا ہوئیں۔ نواب صاحب کی دوسری شادی نواب شاہ جہاں بیگم سے ہوئی جس کے بارے میں اوپر لکھا جا چکا ہے۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے نواب شاہجہان بیگم صاحبہ کے ہمراہ بمبئی' احمد آباد'کلکتہ' دہلی اور آگرہ کا سفر کیا۔ اس سفر میں لارڈ ناتھ بروک' لارڈ لٹن' لارڈ رپن سے ملاقات و مصافحہ ہوا۔ (۲۵)

رئیسہ عالیہ 'نواب صدیق حسن خان صاحب کو صدر کی منظوری سے تاحیات ریاست کا خود مختار بنانا چاہتی تھیں مگر نواب صاحب نے بڑی جدوجہد سے انہیں اس خیال سے باز رکھا۔ اس کے برعکس نواب صاحب ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ رئیسہ عالیہ کو ان کی رائے یا صوابدید کبھی پسند نہیں آئی وہ خود عقل تام اور تجربہ کی مالک ہیں۔

اور انہیں ان کی مخالفت کی بھی قدرت نہیں کیوں کہ اس جگہ بالک ہٹ' تریاہٹ' اور راج ہٹ سب جمع ہیں اور بقول نواب صاحب وہ اپنی غنائے طبعی کے مقہور ہیں۔ (۲۶) یہ تعلقات عجیب تضاد کا شکار ہیں۔ اسی سلسلے میں ایک موقعہ پر نواب صاحب لکھتے ہیں کہ وہ بہت سے دنیاوی مکروہات کی اور صغیرہ گناہوں میں نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ کی قرابت کی وجہ سے باوجود کراہت کے شرکت پر مجبور تھے اور توجیہہ یہ بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ محض ملازم یا ہم رتبہ زوج ہوتے تو ان اثقال کو کبھی نہ اٹھاتے۔ (۲۷)

ان حالات کے باوجود جو کام اشاعت کتب میں نواب صاحب نے سرانجام دیئے ہیں ان سے نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ کا عمل دخل کوئی زیادہ نہیں معلوم ہوتا۔ مثلاً اسی بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نواب شاہ جہاں بیگم صاحبہ نے براہین احمدیہ کے خریدنے کا وعدہ کیا مگر نواب صدیق حسن خان کے سلسلہ خط و کتابت میں وہ وعدہ ختم ہو کر رہ گیا۔ اگر نواب شاہ جہاں بیگم کا کوئی عمل دخل ہوتا تو خرید کتاب براہین احمدیہ کا معمولی سا وعدہ ایفاء کرنے میں کتنے مصارف لگتے تھے۔ ان حالات میں تو نواب صدیق حسن صاحب کی درج بالا تصریحات قابل اعتبار نظر نہیں آتیں ہیں۔ نواب صدیق حسن خان کی اشاعت کتب کا اندازہ ان مندرجات سے لگایا جا سکتا ہے جو آپ کو والیہ بھوپال سے شادی کرنے کی بدولت میسر آئے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کا ادارہ اپنے مقالہ میں رقمطراز ہے:۔

> "اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے (یعنی نواب شاہجہاں بیگم صاحبہ سے تعلق کی بناء پر ۔ مضمون نگار) نواب صدیق حسن خان نے عربی اور اسلامی علوم کی ترویج و اشاعت میں بڑی گرم جوشی کا اظہار کیا۔ ان کے عہد میں بھوپال اسلامی علم و فنون کا سب سے بڑا مرکز بن گیا جہاں اقصائے ہند کے علاوہ ترکستان تک سے تشنگان علم آتے تھے۔ ایک طرف لاکھوں روپے خرچ کر کے تفسیر و حدیث کی نایاب کتابیں شائع کیں اور اقصائے عالم کے

کتب خانوں اور علماء کو مفت مہیا کیں۔ ان میں تفسیر ابن کثیر۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری اور امام شوکانی کی "نیل الاوطار" خاص طور پر قابل ذکر ہیں دوسری طرف بلند پایہ کتب خود تصنیف کیں۔ علاوہ ازیں علمائے دین اور مدارس اسلامیہ کی سرپرستی کر کے دینی علوم کے فروغ میں نمایاں حصہ لیا۔" (۲۸)

ان اخراجات کو سامنے رکھیں تو نواب صدیق حسن خان کی ذاتی جائیداد تو کچھ تھی ہی نہیں وہ ریاست کے ملازم ہی تھے اور وہ بھی زیادہ سے زیادہ 200 روپیہ ماہوار کے' ان امور سے تو یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نواب شاہ جہاں بیگم کے معمولی وعدہ میں بھی نواب صدیق حسن خان حارج ہوئے تھے۔ کیونکہ حضرت اقدس نے براہین احمدیہ کے پہلے تینوں حصے بھیجے جو نواب صدیق حسن خان نے وصول کر لیے تھے جسے کھول کر دیکھ کر پھر دوبارہ نہایت بری طرح پیکٹ بنا کر بھیج دیا اور وہ پھٹ بھی گئی تھی۔ (۲۹)

حواشی و حوالہ جات

۲۴۔ ایضاً صفحہ ۲۷۔ ۲۸

۲۵۔ ابقاالمنن بالقاء المحن' صفحہ ۱۶۴ مصنفہ نواب صدیق حسن خان

۲۶۔ ایضاً صفحہ ۲۲۴۔ ۲۶۳

۲۸۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد نمبر ۱۳ صفحہ ۱۰۴ طبع اول ۱۹۷۳ء

۲۹۔ حیات احمد' جلد دوم نمبر دوم صفحہ ۴۶ مرتبہ شیخ یعقوب علی عرفانی مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان ۱۹۳۴ء۔

(باقی آئندہ شمارے میں)

مقدس نورانی وجود

آنحضرتؐ کی صاحبزادیاں

(راجہ برہان احمد طالع۔ کراچی)

آنحضرتؐ کی جتنی بھی اولاد ہوئی وہ سب سوائے ابراہیمؑ کے جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ سے آپ کے تین لڑکے قاسمؓ، طاہرؓ، طیبؓ (بعض روایتوں میں چوتھے عبداللہ بھی ہیں) اور چار لڑکیاں زینبؓ، رقیہؓ، ام کلثومؓ اور فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ یہ تمام بہن بھائی سوائے ابراہیم کے آنحضورؐ کے دعویٰ نبوت سے پہلے ہو چکے تھے۔

آنحضورؐ کے تمام بیٹے بچپن میں فوت ہو گئے۔ مگر لڑکیاں سب بڑی ہوئیں۔ سوائے حضرت فاطمہ کے باقی تمام بیٹیاں آپؐ کی زندگی میں وفات پاگئیں۔ آپ کی تمام صاحبزادیاں آپؐ پر ایمان لائیں۔

انہیں چار پاکیزہ ہستیوں اور اولاد نبیؐ کے بارے میں کچھ عرض کرنا ہے۔ تا ہمیں ان کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

آنحضورؐ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ آپ کی پیدائش دوسرے نمبر پر ایک بیٹے قاسم کے بعد ہوئی۔ اس وقت آنحضورؐ کی عمر تقریباً تیس 30 سال تھی۔ اس زمانہ کے رواج کے مطابق آپ کا نکاح چھوٹی عمر میں ہی اپنے چچا زاد بھائی حضرت ابوالعاص بن ربیع کے ساتھ ہو گیا۔ جو حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔

جب آنحضورؐ نے نبوت کا دعویٰ کیا تو حضرت زینبؓ فوراً ایمان لے آئیں۔ اسی زمانہ میں آنحضورؐ کی دو اور صاحبزادیاں حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کو ابولہب کے بیٹوں نے طلاق دے دی جن سے ان کا نکاح ہو چکا تھا، البتہ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ مخالفت کی وجہ سے کفار نے حضرت زینبؓ کے خاوند سے بھی مطالبہ کیا کہ انہیں طلاق دے دو مگر انہوں نے صاف انکار کر دیا اور حضرت زینبؓ سے اچھا سلوک کرتے رہے۔ رسول کریمؐ نے ابوالعاصؓ جو اس وقت ایمان نہیں لائے تھے کے اس عمل کی ہمیشہ تعریف فرمائی۔ اس عمل کی وجہ یقیناً خود حضرت زینبؓ کی عمدہ زندگی اور طرز عمل تھا جس کی وجہ سے باوجود مخالفت کے ابوالعاصؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق نہ دی۔ ایک طویل عرصہ یوں ہی گزر گیا اور بالآخر تیرہویں سال آنحضورؐ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ حضرت زینبؓ بدستور اپنے سسرال میں اپنے خاوند کے ساتھ رہ

رہیں تھیں۔ مزید دو سال بعد جب غزوہ بدر ہوا تو اس میں ابو العاصؓ کفار کی طرف سے شریک ہوئے۔ عبد اللہ بن جبرؓ انصاری نے ان کو گرفتار کیا' اور اس شرط پر آپ کو رہا کیا گیا کہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو بھیج دینگے۔

اسی دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ حضرت زینبؓ نے مکہ سے بطور فدیہ ایک ہار اپنے شوہر کی رہائی کے لئے بھیجا۔ یہ وہی ہار تھا جو شادی کے وقت آپؓ کی مرحومہ والدہ حضرت خدیجہؓ نے دیا تھا۔ جب آنحضورؐ نے اپنی مرحومہ زوجہؓ کا ہار دیکھا تو آپؐ آبدیدہ ہو گئے۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے فرمایا "اگر مناسب سمجھو تو یہ ہار زینبؓ کو واپس بھیج دو۔ یہ اس کی ماں کی نشانی ہے۔ ابو العاص کا فدیہ صرف یہ ہے کہ وہ مکہ جا کر زینب کو فوراً مدینہ بھیج دے۔ صحابہ کرامؓ نے آنحضورؐ کے ارشاد کے مطابق ہی کیا اور ابو العاصؓ نے بھی یہ شرط قبول کی۔

ابو العاصؓ نے مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو اپنے چھوٹے بھائی کنانہ کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ کیا۔ کیونکہ کفار کے تعرض کا خوف تھا اس لئے کنانہ نے ہتھیار ساتھ لے لئے۔ قریش کے چند آدمیوں نے پیچھا کیا اور کچھ دور جانے کے بعد حملہ کیا حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار تھیں آپؓ زمین پر گریں آپؓ حاملہ تھیں اس تکلیف کی وجہ سے حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ نے فوراً ترکش سے تیر نکالے اور کہا کہ "اب اگر کوئی قریب آیا تو ان تیروں سے اس کا نشانہ ہو گا۔" لوگ پیچھے ہٹ گئے۔ ابو سفیان آگے بڑھا اور اس نے کنانہ کو کہا کہ ہمیں زینبؓ کو روکنے کی ضرورت نہیں مگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دشمنی کی وجہ سے اگر ہمارے سامنے اور دن کے وقت یہ جائیں گی تو اس میں ہماری سبکی ہے۔ بہر حال کنانہ اس وقت حضرت زینبؓ کو واپس لے آئے البتہ چند روز کے بعد رات کے وقت روانہ ہوئے۔ زیدؓ بن حارث کو آنحضورؐ نے پہلے ہی روانہ کر دیا تھا۔ چنانچہ کنانہ نے زینبؓ کو ان کے حوالے کیا اور یوں حضرت زینبؓ جان لیوا تکلیف برداشت کرتے ہوئے بالآخر مدینہ پہنچ گئیں۔

یہاں آپ نے اپنی زندگی اسلامی تعلیمات کے عین مطابق اور عمدہ عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے گزاردی۔ کچھ عرصہ بعد قریش کا ایک قافلہ شام کی طرف گیا اور اس میں ابو العاصؓ شامل تھے۔ مسلمانوں کے چند سواروں نے حضرت زید بن حارثہؓ کی قیادت میں آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق اس قافلہ کے کچھ لوگ گرفتار کئے اور مال اسباب بھی لیا۔ ابو العاص بھی ان میں شامل تھے۔ حضرت زینبؓ جو پہلے ہی نہایت عمدہ اخلاق کی مالکہ تھیں اور قریبی تعلق کی وجہ سے ابو العاص کی فطرت کی نیکی کو جانتی تھیں نے اس موقع پر ابو العاص کو پناہ دی اور مال و اسباب واپس کرنے کی سفارش بھی کی۔ آنحضورؐ نے یہ سفارش قبول فرمائی۔ ابو العاصؓ اس سے اتنا متاثر ہوئے کہ پہلے مکہ گئے اور مکہ والوں کی تمام امانتیں واپس کیں اور فوراً مدینہ واپس آکر ایمان لے آئے۔ کچھ روایات کے مطابق دوبارہ اور کچھ کے

مطابق وہی نکاح بغیر کسی تغیر کے قائم کیا گیا اور ابوالعاصؓ اور حضرت زینبؓ نے بقیہ زندگی پھر ساتھ ہی گزاری۔ ابوالعاصؓ نے تمام زندگی حضرت زینبؓ سے نہایت شریفانہ سلوک کیا اور آنحضرتؐ نے ان کے اس برتاؤ کی تعریف بھی فرمائی۔

اس واقعہ کے بعد حضرت زینبؓ زیادہ عرصہ زندہ نہ رہیں اور ۸ ھ میں آپؓ نے وفات پائی۔ حضرت ام ایمنؓ، سودہؓ، ام سلمہؓ اور ام عطیہؓ نے آپؓ کو آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق غسل دیا۔ آنحضورؐ نے خود آپؓ کی نماز جنازہ پڑھائی اور خود قبر میں اتر کر آپؓ کو قبر میں اتارا۔

حضرت زینبؓ کے بطن سے ایک لڑکا علی اور ایک لڑکی امامہ پیدا ہوئے۔ علی تو بچپن میں ہی فوت ہو گئے، مگر لڑکی امامہ بڑی ہوئیں اور حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد حضرت علیؓ کے ساتھ آپ کی شادی ہوئی۔ مگر نسل نہیں چلی۔ آنحضرتؐ امامہ کو بہت عزیز رکھتے تھے۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہؓ آنحضورؐ کی دوسری بیٹی ہیں۔ آپ کی پیدائش اپنی بڑی بہن (حضرت زینبؓ) سے تقریباً 3 سال بعد ہوئی۔ اس وقت آنحضرتؐ کی عمر تقریباً 33 سال تھی۔ آپؓ کی والدہ حضرت خدیجہؓ تھیں۔ آپ کا نکاح بھی عرب رواج کے مطابق چھوٹی عمر میں ہی ابولہب (ابولہب آنحضورؐ کا چچا تھا) کے بیٹے عتبہ سے ہوا۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب کہ آنحضورؐ نے ابھی دعویٰ نبوت نہیں کیا تھا۔ جب باقاعدہ آنحضورؐ نے دعویٰ نبوت کیا تو اس وقت ابولہب آنحضورؐ کے سخت ترین دشمنوں سے مل گیا۔ اس کے بیٹے بھی اسی کے ساتھ تھے چنانچہ عتبہ نے آپؓ کو طلاق دے دی۔ ابھی آپؓ کی باقاعدہ رخصتی نہیں ہوئی تھی صرف نکاح ہی ہوا تھا۔

آپؓ آنحضورؐ پر اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ ایمان لائیں اور اپنی پوری زندگی اسلام کی راہ میں آنے والے تمام مسائل کا مقابلہ کرتی رہیں۔ اس سلسلہ میں آپ کو کئی سال اپنے عزیز و اقارب سے دور ہجرت کے باعث گزارنے پڑے۔ حضرت رقیہؓ کے پہلے نکاح کو ختم ہوئے ابھی زیادہ عرصہ نہ گزرا تھا کہ حضرت عثمانؓ حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ کے نتیجے میں اور اپنی فطرتی سعادتمندی کی وجہ سے اسلام لے آئے۔ آپؓ نہایت صالح اور حیادار نوجوان تھے۔ کچھ ہی عرصہ بعد حضرت عثمانؓ اور آنحضرتؐ کی رضامندی سے حضرت رقیہؓ کی باقاعدہ شادی حضرت عثمانؓ سے ہو گئی۔

جب مکہ میں کفار نے مسلمانوں پر ظلم و تشدد کی انتہاء کر دی تو آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق چند صحابہؓ اور صحابیاتؓ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ اس پہلی اسلامی ہجرت میں حضرت عثمانؓ اور حضرت رقیہؓ بھی شامل تھیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ واپس آ گئے مگر اب تو حالات زیادہ خراب ہو چکے تھے اس لئے آپ دوبارہ ایک لمبے عرصہ کے لئے ہجرت فرما گئے۔ اس موقعہ پر آنحضورؐ نے فرمایا کہ:-

"حضرت ابراہیمؑ اور لوطؑ کے بعد عثمانؓ پہلے

شخص ہیں جنہوں نے بیوی کے ساتھ ہجرت کی ہے۔"

یہاں آپ دونوں میاں بیوی نے نہایت صبر کے ساتھ اور باہمی تعلقات کو عمدہ طور پر نبھاتے ہوئے گزارا۔ جب آپ کو حبشہ میں یہ خبر ملی کے آنحضورؐ مدینہ ہجرت فرمانے لگے ہیں تو آپ دونوں واپس مکہ آگئے اور یہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد آنحضورؐ سے اجازت لے کر مدینہ ہجرت کر گئے۔ وہاں آپؓ نے مشہور صحابی و شاعر حسان بن ثابتؓ کے بھائی اولیسؓ بن ثابت کے گھر قیام کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آنحضورؐ بھی ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے۔

جس وقت مسلمان جنگ بدر کی تیاریاں کر رہے تھے تو حضرت رقیہؓ بیمار ہو گئیں۔ اس وجہ سے آنحضورؐ نے حضرت عثمانؓ کو آپؓ کی دیکھ بھال کے لئے مدینہ میں ہی رہنے کا حکم دیا۔

جس وقت

حضرت زید بن حارثہؓ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح کی خوشخبری لے کر مدینہ آئے اس وقت حضرت رقیہؓ کی تدفین کی جا رہی تھی۔ آنحضورؐ جب غزوہ بدر سے واپس تشریف لائے تو یہ خبر سن کر مغموم ہوئے۔ آپؐ حضرت رقیہؓ کی قبر پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی۔ حضرت رقیہؓ کے ایک ہی بیٹے عبداللہ ہوئے، جب کہ آپؓ حبشہ میں تھیں۔ عبداللہ چھ سال کی عمر میں وفات پا گئے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا

آنحضورؐ کی تیسری صاحبزادی ہیں اور اسی نام "ام کلثوم" کے ساتھ مشہور ہوئیں۔ آپؓ کا کوئی الگ نام معروف نہیں۔ اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں۔ آپؓ آغازِ اسلام سے تقریباً چھ سال پہلے پیدا ہوئیں اور اس وقت آنحضورؐ کی عمر تقریباً 34 سال تھی۔ بچپن کا زمانہ حضرت خدیجہؓ جیسی والدہ اور آنحضورؐ جیسے والد کے ساتھ گزرا اور یہ رفاقت اپنی والدہ سے ان کی وفات تک اور والد سے اپنی رخصتی تک رہی۔ یہ نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتبہ سے ہوا۔ عتبہ بھی اپنے بھائی اور والد کے اعمال و افعال پر عمل کرنے والا تھا جب انہوں نے مخالفت شروع کی اور اس بات کا مطالبہ کیا کہ آنحضورؐ کی بیٹی کو طلاق دے دی جائے تو اس نے فوراً اپنے باپ کی بات مان لی۔ ابھی باقاعدہ رخصتی بھی نہیں ہوئی تھی۔

حضرت ام کلثومؓ اپنی والدہ اور بہنوں کے ساتھ آنحضورؐ پر ایمان لائیں اور اس راہ میں آنے والی تمام مشکلات کا بڑی بہادری کے ساتھ اور صبر کے ساتھ مقابلہ کیا۔ حضرت زینبؓ تو قبل از اسلام ہی شادی شدہ تھیں جبکہ حضرت رقیہؓ کی پانچ نبوت میں شادی ہوئی، البتہ آپؓ آنحضرت کے ساتھ ہجرت کے چند سال بعد تک رہیں۔ شعب ابی طالب میں بھی آپ آنحضورؐ کے ساتھ تھیں اور اسی عرصہ کے دوران اپنی نہایت شفیق والدہ حضرت خدیجہؓ کی وفات کا صدمہ بھی آپؓ کو اٹھانا پڑا۔

سن تیرہ نبوی میں آنحضورؐ نے پہلے خود حضرت ابوبکرؓ

کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہجرت فرمائی۔ پھر باقی گھر والوں کو لانے کا انتظام فرما کر حضرت ابو رافع اور زید بن حارثہؓ کو مکہ سفر کا سامان وغیرہ دے کر روانہ کیا۔ واپسی پر یہ صحابہ حضرت ام کلثومؓ و حضرت فاطمہؓ اور آنحضورؐ کی زوجہ مبارکہ حضرت سودہؓ اور اپنے اور حضرت ابو بکرؓ کے خاندان والوں کو لے کر مدینہ بخیر و عافیت پہنچ گئے۔ اس طرح حضرت ام کلثومؓ نے اپنے باقی گھر والوں کے ساتھ مکہ سے مدینہ ہجرت فرمائی۔

حضرت ام کلثومؓ کی شادی بھی حضرت عثمانؓ سے حضرت رقیہؓ کی وفات کے بعد ہوئی اور ان دو شادیوں کی بناء پر ہی حضرت عثمانؓ کو "ذوالنورین" کا لقب بھی ملا جس سے مراد "دو نوروں والا" یعنی وہ شخص جس کے نکاح میں آنحضورؐ کی دو صاحبزادیاں جو دراصل نور تھیں آئیں۔

نکاح کے وقت آنحضورؐ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کے ذریعے مجھے حکم دیا ہے کہ اپنی بیٹی ام کلثومؓ کا نکاح آپؓ کے ساتھ کر دوں۔

حضرت ام کلثومؓ اس نکاح کے بعد چھ سال تک زندہ رہیں اور شعبان ۹ ھجری میں وفات پائی جب کہ یہ نکاح ربیع الاوّل ۳ھ میں ہوا۔ آپؓ کی حضرت عثمانؓ کے ساتھ ازدواجی زندگی نہایت عمدہ گزری اور حضرت عثمانؓ بھی دوبارہ آنحضرتؐ کے ساتھ رشتہ دامادی قائم ہونے پر خوش ہوئے اور نہایت خوشی اور مسرت کے ساتھ آپؓ کے ساتھ اپنا وقت گزارا۔

آپ کی وفات پر حضرت صفیہؓ، ام عطیہؓ اور اسماءؓ نے آنحضورؐ کی ہدایت کے مطابق آپؓ کو غسل دیا۔ آنحضورؐ نے آپؓ کے کفن کے لئے اپنی چادر دی اور خود نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابو طلحہؓ، علیؓ، فضل بن عباسؓ اور اسامہ بن زیدؓ نے آپ کو قبر میں اتارا اور یہ لمحات آنحضورؐ کے لئے نہایت غمگین تھے اور آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

حضرت ام کلثومؓ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

آنحضورؐ کے خادم حضرت انس بن مالکؓ سے بخاری میں ایک حدیث آپؓ بیان کرتے ہیں کہ:۔

"میں نے حضرت ام کلثومؓ پر ایک بیش قیمت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کا لباس عمدہ ہوتا تھا اور حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ رہتے ہوئے آپ کی معاشرتی خوشحالی پر بھی دلالت ہے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہؓ آنحضورؐ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ آپؓ کا نام "فاطمہ" اور القاب "زہرا" اور "بتول" مشہور ہیں۔ آپؓ کے سنِ ولادت میں اختلاف ہے۔ کچھ کے نزدیک آپ آغاز اسلام سے پانچ سال قبل پیدا ہوئیں جب کہ آنحضورؐ کی عمر 35 سال تھی۔ کچھ کے نزدیک آپ بعثت کے آغاز میں ۱ نبوی میں پیدا ہوئیں جبکہ بعض بعثت سے کچھ عرصہ قبل بھی آپؓ کی پیدائش قرار دیتے ہیں۔

حضرت فاطمہ کا حلیہ بیان کرنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ آنحضرتؐ سے بہت ملتا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں :۔

"حضرت فاطمہؓ جس وقت چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال اپنے والدؐ کے بالکل مشابہ ہوتی تھی۔"

پھر فرمایا :۔

"میں نے کھڑے ہونے بیٹھنے۔ گفتگو کرنے اور لب و لہجہ میں حضرت فاطمہؓ سے زیادہ کوئی آنحضورؐ کے مشابہ نہیں دیکھا۔"

بچپن کا ایک مشہور واقعہ بخاری میں بھی درج ہے کہ ایک دفعہ آنحضورؐ خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے۔ مخالفوں نے گند آپؐ پر لا ڈالا۔ حضرت فاطمہؓ جو اس وقت بچی ہی تھیں جب یہ خبر ملی تو جلدی پہنچ کر یہ گند ہٹایا اور کافروں کو بد دعا دینے لگیں اور آپؐ نے جن کو ہلاکت کی بد دعا دی ان میں سے اکثر غزوہ بدر میں مارے گئے۔

حضرت فاطمہؓ نے اپنے باقی گھر والوں کے ساتھ مدینہ ہجرت فرمائی اور اس چھوٹی عمر میں آپؓ پہلے اپنی والدہ حضرت خدیجہؓ کی جدائی کا صدمہ اٹھا چکی تھیں۔

۲ھ میں آپؓ کا حضرت علیؓ کے ساتھ نکاح ہوا جس کی باقاعدہ حضرت علیؓ نے درخواست کی تھی۔ آپؓ کا حق مہر 400 درھم تھا جو حضرت علیؓ نے زرہ فروخت کر کے ادا کیا۔ آنحضورؐ نے بطور جہیز آپؓ کو بان کی چارپائی، ایک بڑی چادر، ایک چمڑے کا تکیہ جس کے اندر کھجور کی چھال ہوتی ہے۔ ایک چھاگل، دو مٹی کے گھڑے، ایک مشک اور چکی آٹا پیسنے کی دی۔ آپؓ کے لئے علیحدہ مکان کا انتظام کیا گیا۔ رخصتی کے بعد آنحضورؐ باجازت گھر میں داخل ہوئے۔ ایک برتن میں پانی منگوایا۔ دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علیؓ کے سینہ اور بازوؤں پر پانی چھڑکا پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا اور ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سے بہتر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔

حضرت فاطمہؓ نے اپنی زندگی میں اپنے تمام پیاروں کی وفات کے صدمات برداشت کئے جن میں آپؓ کی والدہ تینوں بہنیں اور بھائی۔ آخر میں آنحضرتؐ کی وفات کا نہایت بھاری صدمہ بھی آپؓ کو برداشت کرنا پڑا۔

وفات سے ایک دن پہلے آنحضورؐ نے آپؓ کو بلایا پھر ان سے کان میں کچھ کہا تو وہ رونے لگیں پھر دوبارہ کچھ کہا تو ہنس پڑیں۔ بعد میں جب حضرت عائشہؓ نے پوچھا تو بتایا کہ :۔

"پہلی دفعہ آنحضورؐ نے فرمایا کہ میں اسی مرض میں انتقال کروں گا تو میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تم مجھ سے آکر ملو گی تو میں ہنس پڑی۔"

حضرت فاطمہؓ کے لئے آنحضورؐ کی وفات کا صدمہ نہایت مشکل تھا۔ چنانچہ آنحضرتؐ کی وفات کو ابھی 6 ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ رمضان ۱۱ھ میں حضرت فاطمہؓ بھی

وفات پاگئیں اور یوں آنحضورؐ کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی کہ۔ "میرے خاندان میں سے پہلے تم ہی مجھ سے آکر ملو گی" یہ منگل کا دن اور رمضان کی تیسری تاریخ بتائی جاتی ہے جب آپؓ کی وفات ہوئی اور اس وقت آپ کی عمر تقریباً 30 سال تھی۔ حضرت فاطمہؓ کو غسل ان کی وصیت کے مطابق حضرت اسماء زوجہ حضرت ابوبکرؓ نے دیا اور آپؓ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکرؓ نے پڑھائی۔ قبر میں اور جو حضرت علیؓ کے علاوہ تھے وہ حضرت عباس اور فضل بن عباس تھے۔

حضرت فاطمہؓ کی اولاد میں تین بیٹے حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ ہوئے۔ صرف محسنؓ بچپن میں وفات پاگئے۔ دو بیٹیاں حضرت ام کلثومؓ اور زینبؓ ہوئیں۔ حضرت فاطمہؓ کے یہ دونوں بیٹے اور بیٹیاں تاریخ میں مشہور ہیں اور آنحضورؐ کی نسل انہیں سے قائم ہے۔ اور ام کلثوم کی شادی حضرت عمرؓ سے ہوئی۔

کتب جن سے استفادہ کیا گیا

۱۔ صحیح بخاری
۲۔ سیر الصحابہؓ حصہ دوم
۳۔ اسد الغابہ لابن الاثیر الجزری
۴۔ مسند احمد بن حنبل
۵۔ سیرت خاتم النبیینؐ از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم۔اے
۶۔ البدایہ والنھایہ لابن الأثیر
۷۔ الاصابہ لابن حجر عسقلانی

اعلان ولادت

ہمارے اس رسالے کے پرنٹر و پبلشر برادرم مکرم شیخ طارق محمود صاحب پانی پتی کو اللہ تعالیٰ نے دوسری بیٹی سے نوازا ہے۔ (اس سے پہلے ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے) نومولودہ کا نام "ربیع نور ماہم" تجویز ہوا ہے۔ بچی مکرم شیخ مبارک محمود صاحب پانی پتی اور مکرم شیخ محمد اسماعیل صاحب پانی پتی کی پڑپوتی اور مکرم عبدالشکور صاحب دہلوی المعروف شکور بھائی چشمے والے کی نواسی ہیں۔ احباب سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ بچی کو نیک، صالحہ اور دین کی خادمہ بنائے اور والدین کے لئے قرۃ العین ثابت ہو۔ آمین (مدیر)

آزادیٔ وطن

(ثاقب زیروی صاحب)

قلب و نظر کی شمعیں فروزاں کریں گے ہم
یوں اہتمام جشنِ بہاراں کریں گے ہم

گائیں گے ارضِ پاک کے نغمے تمام عمر
اب اِس لگن کو جزوِ رگِ جاں کریں گے ہم

خونِ جگر سے اِس کے سجائیں گے بام و در
اِس کی رَوِش رَوِش کو گلستاں کریں گے ہم

ذرّوں کو دے کے سوزِ محبت کی آب و تاب
ذرّوں کو رشکِ مہر درخشاں کریں گے ہم

اَے امن و عافیت کے مقدس ترین حصار
تیری جبیں پہ نُور کی افشاں کریں گے ہم

دشمن کی کیا مجال کہ ڈالے اِدھر نظر
تجھ پر نثار اپنے دل و جاں کریں گے ہم

ثاقب بہ فیض دولت آزادیٔ وطن
آج اپنے غم کدے میں چراغاں کریں گے ہم

"خالد" کی خریداری بڑھاؤ

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں :۔

"...... ہمارے ملک میں اخبارات اور رسائل پڑھنے کا شوق بہت کم ہے۔ "الفضل" ہمارا مرکزی اخبار ہے' لیکن اس کی اشاعت بھی ابھی دو ہزار ہے حالانکہ ہماری جماعت بہت بڑھ چکی ہے۔ اگر جماعت کی تعداد کو مدّ نظر رکھتے ہوئے پانچ فیصدی بھی اخبار کی اشاعت ہوتی تو دس ہزار اخبار چھپنا چاہئے تھا...... لیکن میں سمجھتا ہوں اگر جماعت توجہ کرے تو چار پانچ ہزار تک اس کی بکری ہو سکتی ہے اور پھر اس صورت میں "الفضل" کا حجم بھی بڑھایا جاسکتا ہے۔ اور اس کے مضمون میں بھی تنوع پیدا کیا جا سکتا ہے۔ ...... پس "خالد" کی یا تو خدام کو ضرورت نہیں اور اگر ضرورت ہے **تو اس کی خریداری بڑھاؤ** اور کم سے کم اپنے اندر یہ بیداری پیدا کرو کہ اس میں مضمون لکھا کرو...... اگر ہماری جماعت کے نوجوان بھی مضمون نویسی کی مشق کریں تو آہستہ آہستہ وہ بڑے اچھے مضمون نگار بن سکتے ہیں۔ اس کے لئے شروع میں وہ اتنا ہی کریں کہ کوئی چٹکلہ ذہن میں آجائے تو وہی لکھ کر "خالد" میں بھجوا دیں...... تو بعض باتیں خواہ لطیفہ کے طور پر ہوں وہی لکھ دی جائیں اگر ہر نوجوان یہ سمجھ لے کہ میں نے کچھ نہ کچھ ضرور لکھنا ہے تو اس سے ایک تو اُسے لکھنے کی مشق ہو گی۔ دوسرے اس کے نتیجہ میں رسالہ بھی دلچسپ ہو جائیگا...... تو پڑھے لکھے اور اَن پڑھ سب اس میں حصہ لے سکتے ہیں۔ اگر تم پہلی دفعہ اس قسم کا مضمون لکھو گے اور وہ رسالہ یا اخبار میں چھپ جائے گا تو تمہیں خوشی ہو گی۔ جیسے تمہیں بادشاہت مل گئی ہے۔ پھر تم اور لکھو گے پھر اور لکھو گے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ تم خوب لکھنے لگ جاؤ گے۔ **پس تم نے اگر "خالد" جاری کیا ہے تو تم اس کی خریداری بڑھاؤ۔** دوسرے ہر نوجوان کا یہ فرض قرار دو کہ وہ اس میں کچھ نہ کچھ ضرور لکھے اور اگر کوئی خادم سال بھر میں کچھ بھی نہ لکھے تو اس کے متعلق یہ سمجھا جائے تو اس نے اپنے فرض کو ادا نہیں کیا"

(۷ نومبر ۱۹۵۴ء بحوالہ مشعل راہ صفحہ 801-808)

☆☆☆☆☆☆

انتخاب

ایک ریویو

مکمل باورچی خانہ جدید

جناب مطبخ مراد آبادی کی یہ کتاب مستطاب ہمارے پاس بغرض ریویو آئی ہے جو صاحب یہ کتاب لائے وہ نمونہ طعام کے طور پر بگھارے بینگنوں کی ایک پتیلی بھی چھوڑ گئے تھے۔ کتاب بھی اچھی نکلی بینگن بھی۔ قلت گنجائش کی وجہ سے آج ہم فقط کتاب پر ریویو دے رہے ہیں۔ بینگنوں پر بھی کبھی سہی۔ اس سلسلہ میں ہم اپنے کرمفرماؤں کو ریویو کی یہ شرط یاد دلانا چاہتے ہیں کہ کتاب کی دو جلدیں آنی ضروری ہیں۔ اور سالن کی دو پتیلیاں۔

اس کتاب میں بہت سی باتیں اور ترکیبیں ایسی ہیں کہ ہر گھر میں معلوم رہنی چاہئیں مثلاً یہ سالن میں نمک زیادہ ہو جائے تو کیا کیا جائے۔ ایک ترکیب تو اس کتاب کے بموجب یہ ہے کہ اس سالن کو پھینک کر دوبارہ نئے سرے سے سالن پکایا جائے۔ دوسری یہ کہ کوئلے ڈال دیجئے۔ چولہے میں نہیں سالن میں۔ بعد ازاں نکال کر کھائیے۔ یہاں تھوڑا سا ابہام ہے۔ یہ وضاحت سے لکھنا چاہئے تھا کہ کوئلے نکال کر سالن کھایا جائے یا سالن نکال کر کوئلے نوش جان کئے جائیں۔ ہمارے خیال میں دونوں صورتیں آزمائی جاسکتی ہیں۔ اور پھر جو صورت پسند ہو اختیار کی جاسکتی ہے۔ کھیر پکانے کی ترکیب بھی شامل کتاب ہذا ہے اس کے لئے ایک چرخے، ایک کتے، ایک ڈھول اور ایک ماچس کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ نسخہ امیر خسرو کے زمانے سے آزمودہ چلا آتا ہے۔ لیکن اس میں ماچس کا ذکر نہ ہوتا تھا۔ خدا جانے چرخے کو کیسے جلاتے ہوں گے۔ ٹیڑھی کھیر عام کھیر ہی کی طرح ہوتی ہے۔ فقط اس میں بگلا ڈالنا ہوتا ہے۔ تاکہ حلق میں پھنس سکے۔ اس کتاب میں بعض ترکیبیں ہمیں آسانی کی وجہ سے پسند آئیں۔ مثلاً بادام کا حلوہ یوں بنایا جاسکتا ہے کہ حلوہ لیجئے۔ اور اس میں بادام چھیل کر ملا دیجئے۔ بادام کا حلوہ تیار ہے۔ بینگن کا اچار ڈالنے کی ترکیب یہ لکھی ہے کہ بینگن لیجئے اور بطریقہ معروف اچار ڈال لیجئے۔

چند اور اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

آلو چھیلنے کی ترکیب

سامان؛ آلو۔ چھری۔ پلیٹ' ناول' ڈیٹول' پٹی۔

آلو لیجئے۔ اسے چھری سے چھیلیے جن صاحبوں کو گھاس چھیلنے کا تجربہ ہے۔ ان کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں۔ چھلے ہوئے آلو ایک الگ پلیٹ میں رکھتے جائیں۔ بعض صورتوں میں جہاں چھیلنے والا ناخواندہ ہو۔ یہ عمل بالعموم یہیں ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن ہماری اکثر قارئین پڑھی لکھی ہیں لہذا آلو چھیلنے میں جاسوسی ناول یا فلمی پرچے ضرور پڑھتی ہوں گی۔ ڈیٹول انہی کے لئے ہے۔ جہاں چرکا لگا ڈیٹول میں انگلی ڈبوئی اور پٹی باندھ لی۔ ہمارے تجربے کے مطابق ڈیٹول کی ایک چھوٹی شیشی میں آدھ سیر آلو چھیلے جاسکتے ہیں۔ بعض جزرس اور سلیقہ مند خواتین سیر بھر بھی چھیل لیتی ہیں۔ جن بہنوں کو ڈیٹول پسند نہ ہو وہ ٹنکچر یا ایسی ہی کوئی دوا استعمال کر سکتی ہیں۔

حلوہ بے دودھ

اس حلوے کی ترکیب نہایت آسان ہے۔ حلوہ پکایئے۔ اس میں دودھ نہ ڈالئے۔ نہایت مزیدار حلوہ بے دودھ تیار ہے۔ ورق لگایئے اور چمچے سے کھایئے۔ (خمار گندم۔ ابن انشاء صفحہ 52 تا 55)

وادیٔ کیلاش

(منصور احمد نور الدین)

جغرافیائی تعارف

وادیٔ کیلاش تین دیہات (ریمبور، بمبریت، بریر) پر مشتمل چترال کے ایک گوشے پر آباد خوبصورت دل کو موہ لینے والی ایک قدیم وادی ہے۔ چترال پاکستان کے انتہائی شمال میں واقعہ ہے جبکہ وادیٔ کیلاش چترال کے جنوب مغربی سمت میں ہے جس کو چاروں طرف سے ہندوکش کے عظیم پہاڑی سلسلے نے گھیر رکھا ہے۔ وادیٔ کیلاش چترال افغانستان کے صوبہ نورستان کے مغربی سمت میں ملحقہ سرحد پر واقعہ ہے۔ شمال میں واخان کی پٹی ہے جس تک وادیٔ کیلاش سے درہ بروغل کے راستے پہنچا جاتا ہے یہی وہ راستہ ہے جو پامیر 'دنیا کی چھت' (دنیا کی بلند ترین سطح مرتفع) کو جاتا ہے اور اسی راستہ پر درہ کرومبر اور کرومبر جھیل جیسے خوبصورت علاقوں کا دلفریب نظارہ ہوتا ہے۔ مشرقی سمت میں گلگت ایجنسی ہے جہاں پہنچنے کے لئے دنیا کا سب سے بلند ترین جیپ ٹریک "درہ شیندور" کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے اور یہیں دنیا کا سب سے بلند پولو کا میدان بھی ہے۔ اسی طرح درہ شیندور سے کچھ ہی جنوب مشرقی سمت میں "درہ کچی کنی" آتا ہے جو کہ اہالیان کیلاش چترال کے لئے وادیٔ سوات میں جانے کا راستہ ہے اور جھیل مہوڈنڈ تک پہنچاتا ہے اسی طرح جنوب میں دیر جانے کے لئے درہ لواری کا راستہ اختیار کیا جاتا ہے۔

ہندوکش کے سلسلہ کوہ میں موجود یہ پہاڑی قبیلہ قریباً ۳ سے ۴ ہزار کیلاشیوں پر مشتمل ہے (جن میں تیزی سے کمی آرہی ہے) جو کہ عظیم فاتح سکندر اعظم کی یاد دلاتا ہے۔ آج یہ کیلاش اس وادی میں اپنے مذہب و تہذیب کی بقا کی جنگ لڑ رہا ہے۔ لاریب کیلاشی اس وقت دنیا کی قدیم ترین اور خوبصورت قوم ہے جس کے آغاز کے بارے میں مختلف تحقیقات کی گئیں ہیں اور مختلف زبانوں میں ۱۰۰ سے زیادہ کتابیں اس موضوع پر ضبط تحریر میں آچکی ہیں اس کے علاوہ مختلف عالمی معیار کے رسالے گاہے لگاہے اس موضوع پر لکھتے رہتے ہیں۔ کیلاشیوں کو "کافر" بھی کہا جاتا ہے اور اسی حوالے سے وادیٔ کیلاش کو "کافرستان" کہتے ہیں۔

نورستان سے کیلاشیوں کا انخلاء

کیلاش قبائل کے مسکن کے بارے میں تاریخی طور

پر یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ افغانستان کے صوبہ نورستان میں مکین تھے اور 1895ء میں امیر عبدالرحمٰن والئی افغانستان نے صوبہ نورستان سے جو کہ اُس وقت تمام کیلاشیوں کا مسکن تھا، نکلنے پر مجبور کر دیا۔ اُس وقت حکومت کی طرف سے یہ فیصلہ کیا گیا کہ یا تو اسلام قبول کر لو اور اگر نہیں تو پھر ملک چھوڑ دو اس پر ان قبائل کے پاس سوائے نقل مکانی کے اور کوئی راستہ نہ رہا لہٰذا انہوں نے ڈیورنڈ لائن عبور کر کے چترال کی مذکورہ وادیوں میں سکونت اختیار کی۔

کیلاشیوں کا نسلی تعارف

۳۰۰ ق م میں جب سکندر اعظم نے اپنے باپ کی وفات کے بعد مقدونیا (Macedonia) کی بادشاہت سنبھالی تو اس وقت وہ صرف ۲۰ سال کا نوجوان تھا۔ اس نے اس وقت کے عظیم فلسفی ارسطو سے تعلیم حاصل کی اور بادشاہ بننے کے بعد ہی اس نے حکمران فارس کو شکست دی اور ۴۰۰۰۰ سپاہ کے ساتھ فاتحانہ طور پر اپنے سفر کو مشرق کی طرف جاری رکھا اس جنگی سفر کے دوران جہاں وہ نئے سپاہی بھرتی کرتا وہاں پرانے سپاہی اس جگہ چھوڑ جاتا۔ تاریخ نویس کہتے ہیں کہ ان ہی سپاہ کی نسلیں آج ہندوکش کے ان سلسلوں میں آباد ہیں۔

نسل کا تعین کرنے کے لئے آج کل DNA Test کا طریقہ معروف ہے۔ (یہ لفظ Deoxyribo-neuclic Acid کا مخفف ہے یہ مختلف نیوکلیائی ایسڈ ہوتے ہیں جو کہ خاص طور پر نیوکلیائی خلیوں میں پائے جاتے ہیں اور جینیاتی اطلاعات فراہم کرنے کے پابند ہوتے ہیں) Genetics department at Stanford University's Medical School اس وقت خاص طور پر کچھ لوگوں کے DNA کے نمونے حاصل کر کے ان کو دوسری اقوام کے ساتھ ملا کر تجزیہ کر رہے ہیں اس گروہ نے اس وقت ساری دنیا میں تحقیقات کا دائرہ پھیلا رکھا ہے پاکستان میں ان کے نگران ڈاکٹر قاسم مہدی ہیں جو کہ پاکستان میں اب تک 18 نسلوں کا DNA Test کر چکے ہیں۔ ڈاکٹر مہدی کہتے ہیں کہ ہنزہ کے لوگوں کا تجزیہ کرنے پر معلوم ہوا کہ سپین کے Basques اور ان کا ایک ہی DNA ہے۔ اسی طرح جب کیلاشیوں کا تجزیہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ جرمن اور اطالوی اقوام کے قریب تر ہیں۔ اب ڈاکٹر مہدی کیلاشیوں کا تجزیہ مقدونیا کے لوگوں سے کر رہے ہیں ان کا کہنا ہے سکندر اعظم نے جب جنگ کے لئے افواج ترتیب دیں تو اس نے دوسری یورپی اقوام کو بھی شمولیت کی دعوت دی۔ اور یہ بات تاریخ سے ثابت ہے کہ اس کی فوج میں دوسری اقوام کے لوگ بھی تھے۔

کیلاشیوں کی بعض مذہبی رسومات، عادات اور رہن سہن بھی ثابت کرتے ہیں کہ کیلاشی دراصل یونانی علاقوں سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ Athanasios Lerounis جو کہ یونانی ٹیچر ہیں اور کوہ پیمائی کا شوق رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ کیلاشیوں اور یونانیوں میں بعض خاص مشابہتیں ہیں جیسا کہ کیلاشیوں کے بڑے دیوتا کا نام Di-Zau ہے جبکہ یونانیوں کے دیوتا کا نام Dias-Zeus ہے۔ یونانیوں کا دیوتا Apollo اور کیلاشیوں کا دیوتا Bal-

umain دونوں مساوی نشان رکھتے ہیں یعنی سورج، روشنی، گھوڑا اور کوا۔ اسی طرح کوہ پیما Lerounis کہتا ہے کہ تمام کیلاش سورج کا امتیازی نشان اپنے گھروں کے باہر لکڑی کے دروازوں پر کندہ کرتے ہیں اور سکندر اعظم کا باپ بھی سورج کے نشان کو اپنے لئے اہمیت دیتا تھا۔ کیلاشی بکری کے دو سینگوں کو علامتی طور پر گھروں کے باہر لٹکاتے ہیں اور اسی طرح سکندر اعظم بھی کیا کرتا تھا۔ lerounis کیلاشی موسیقی کو یونان کے شمال مغربی علاقے کی موسیقی قرار دیتا ہے۔ پھر کیلاشیوں کا دائرے میں رقص کرنا ایشیا کی بجائے یونانیوں کا طریق ہے۔ 1997ء میں پانچ کیلاشی بچوں کو یونان میں سیر کی دعوت دی گئی 14 سالہ گلناز نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ اپنے جیسے لوگوں سے بھرے ہوئے شہر دیکھ کر بہت حیرت ہوئی اور خاص طور پر حیرت تب ہوئی جب سکندر اعظم کی اپنے سپاہ کے ساتھ پینٹنگ دیکھی جس میں اس نے ویسی ہی ٹوپی پہنی ہوئی ہے جیسی کیلاشی پہنتے ہیں (Reader's Digest April 2000)

زبان

کیلاشی Kalahwar اور Khower زبانیں بولتے ہیں۔ ان زبانوں کا کوئی رسم الخط نہیں۔

مذہب

کیلاشیوں کا مذہب کچھ خاص حدود و قیود کا پابند نہیں ہے لیکن ان کے ہاں دیوی اور دیوتا کی پرستش کا تصور بڑا نمایاں ہے۔

دیوتاؤں کے نام

Di-Zao سب کا خالق دیوتا۔ Sajigor چوپایوں اور مال مویشی کا دیوتا Mahandeo شہد کی مکھی کا دیوتا Jastak گھر اور خاندان کا دیوتا۔

رسوم و رواج

ان کی اپنی داستانیں، رسم و رواج، مختلف نغمے اور مختلف انداز کے دائروں میں رقص کے طریقے ہیں ان کا اظہار وہ مختلف موسمی تہواروں پر کرتے ہیں۔ کیلاشیوں کے تہواروں میں Chaomas کا تہوار سب سے بڑا تہوار ہے۔ اس کو Balomain دیوتا کے حوالے سے منایا جاتا ہے اور یہ عقیدہ ہے کہ یہ دیوتا ایک وقت میں کیلاشیوں کے ساتھ تھا اور اس وقت اس نے کئی بڑے بڑے معرکے انجام دیئے تھے اس تہوار کے دوران Balomain دیوتا کی روح وادئ کیلاش میں آتی ہے اور تمام کیلاشیوں کو ان کے اصل وطن Tsiam (فرضی شہر) لے جاتی ہے۔

عبادت گاہ

عبادت گاہ یا کمیونٹی ہال کو Jastak Han کہتے ہیں۔ اس کو خاص احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور تمام مذہبی رسومات اس میں ادا کی جاتی ہیں۔ شادی بیاہ اور وفات کی رسومات اسی کے اندر ادا کی جاتی ہیں۔ حائضہ عورت اور مرغی کو اس عبادت گاہ میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔

کیلاشی قبرستان

کیلاشی قبرستان کو Mandao Jao کہتے ہیں جہاں انسانی لاشوں کو لکڑی کے تابوتوں میں پہاڑ پر رکھ دیا جاتا ہے تابوت بعد ازاں کھل جاتے ہیں اور انسانی ہڈیوں کے ڈھانچے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ کثرت سے آئے ہوئے سیاح اس عجوبہ چیز کو دیکھتے ہیں اور پھر ڈھانچوں کو اُٹھا کر لے جاتے ہیں۔ اس لئے اب کیلاشی اپنے مردوں کو دفنانے لگے ہیں کیلاشیوں کا یہ فیصلہ انڈونیشیا کے شمالی پہاڑی علاقے South Sulawesi کے قبیلے کے فیصلے جیسا ہے جو کہ پہلے اپنے مردے اسی طرح کھلا رکھا کرتے تھے مگر سیاحوں سے مجبور ہو کر دفنانے لگے۔

مرغیوں کے بارے میں عجیب تصور

کیلاشیوں کے ہاں مرغیاں ناپاک تصور کی جاتی ہیں اگر عبادت گاہ میں داخل ہو جائیں تو وہ ناپاک ہو جاتی ہے اسی طرح گھروں میں بھی ان کو داخل نہیں کیا جاتا۔ مگر اب سیاحوں کی کثرت کی وجہ سے مرغی سے نفرت کم ہو گئی ہے۔

وادیٔ کیلاش کب اور کیسے جایا جا سکتا ہے

اپریل سے لے کر ستمبر کے مہینے تک وادیٔ کیلاش میں رہنے کے لئے بہترین موسم ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے مہینوں میں ایک تو موسم میں نمایاں طور پر ٹھنڈ آ جاتی ہے اور سردیوں میں خصوصاً برفباری کی وجہ سے راستے بھی بند ہو جاتے ہیں۔ (ہاں اگر کوئی ونٹر ٹریکنگ Winter Trekking کے شوقین ہیں تو دوسری بات ہے)

وادیٔ کیلاش جانے کے لئے پہلے چترال جانا پڑتا ہے۔ اور چترال کے لئے پشاور، مردان اور دِیر سے گاڑیاں چلتی ہیں۔ پشاور سے فلائنگ کوچز اور ویگنوں کے ذریعے 10 سے بارہ گھنٹے لگتے ہیں جبکہ کرایہ 250 روپے سے لے کر 300 روپے تک ہے۔ اس سارے راستے میں صرف درۂ لواری ایک ایسا مقام ہے جہاں سڑک خاصی خراب ہوتی ہے لیکن عموماً راستہ بند نہیں ہوتا۔ درۂ لواری پر طویل مدت سے ایک سرنگ زیرِ تعمیر ہے امید ہے کہ اس سرنگ کی تکمیل کے بعد راستے کی طوالت بھی قدرے کم ہو جائے گی اور Landslide کی مشکل سے بھی نجات مل جائے گی۔ چترال سے جیپ کے ذریعے کسی بھی کیلاشی وادی میں جانے کے لئے دو سے تین گھنٹے لگتے ہیں۔ جیپ فی سواری کرایہ کے حساب سے بھی ملتی ہے لیکن عموماً جیپ کی بکنگ کروانی پڑتی ہے اور کرایہ طے کرنے کے لئے خاصی تگ و دو کرنی پڑتی ہے عموماً ۴۰۰ روپے تک جیپ حاصل کرنا چاہئے لیکن جیپ ڈرائیور حضرات اس سے کئی گنا تک مانگتے ہیں۔

چترال سے وادیٔ کیلاش تک راستہ خاصا پیچیدہ اور دشوار گذار ہے اس لئے اگر آپ اپنی گاڑی پر جانا چاہیں تو صرف فور وہیل (4-W.D.) ڈرائیو ہی مناسب رہے گی۔

اگر آپ فضائی سفر کرنا چاہیں تو پشاور سے فوکر کے ذریعے چترال پہنچا جا سکتا ہے جس میں صرف ایک گھنٹہ لگتا ہے لیکن بکنگ کروانا خاصا مشکل مرحلہ ہے اور کئی روز قبل پشاور میں PIA ارباب روڈ کے بکنگ آفس سے بکنگ ہوتی ہے۔ فلائٹس اکثر ملتوی ہوتی رہتی ہیں جس کی وجہ سے کئی

کئی دن تک انتظار کی زحمت بھی اٹھانا پڑتی ہے۔ فضائی سفر کی صورت میں آپ تخت بھائی کے پہاڑی سلسلے اور آثار قدیمہ کے ذخائر، مالاکنڈ کا پہاڑی سلسلہ اور وادیٔ چترال کی بلند ترین پہاڑی "ترچ میر" 7,700 میٹر کی بلند چوٹی کا نظارہ کرسکتے ہیں۔ کیلاشی وادیوں میں سے "بمبریت" میں رہائش اختیار کی جاسکتی ہے کیونکہ یہاں قریباً ہر معیار کے ہوٹل مل جاتے ہیں اور ۱۰۰ روپے سے لے کر ۱۰۰۰ روپے تک بلکہ سیزن میں بسااوقات اس سے بھی زیادہ کرایہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ بمبریت میں پختون اور بعض چترالی لوگوں کے آنے کی وجہ سے وہاں حقیقی کیلاشی کلچر میں کچھ کمی دکھائی دیتی ہے لیکن دوسرے دونوں کیلاشی گاؤں "ریمبور" اور "بریر" نسبتاً زیادہ نمایاں کیلاشی کلچر کی تصویر پیش کرتے ہیں مگر وہاں ہوٹل کم ہیں اور زیادہ اچھی رہائش نہیں ملتی۔

کیلاشی وادیوں کے لوگ بہت ملنسار اور اچھی طبائع کے مالک ہیں مگر اس امر کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے کہ وہاں کی عورتوں اور بچیوں کی تصاویر بغیر اجازت کے کھینچنے کی صورت میں ان کے پتھروں سے آپ اپنا کیمرہ اور چہرہ بڑی مشکل سے بچاسکیں گے۔

دراصل یہ لوگ تصویر کھنچوانا پسند تو کرتے ہیں مگر کچھ رقم یعنی ۵ یا ۱۰ روپے لے کر کیونکہ ان کو اس بات کا احساس ہوچکا ہے غیر ملکی سیاح جوان کی تصاویر کھینچتے ہیں وہ آگے کافی معقول قیمت میں بیچتے ہیں یار سالوں میں چھپنے کے لئے دیتے ہیں۔

مسکرائیے

صحت کے لئے بہت ضروری ہے

☆......ایک موٹا آدمی ڈاکٹر کے پاس گیا اور موٹاپا دور کرنے کا مشورہ مانگا۔ ڈاکٹر نے جواب دیا "سر کو دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں گھمایا کریں" موٹا مریض بولا۔ "دن میں کتنی بار" ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "صرف اتنی بار جتنی بار آپ کو کوئی کھانے کے لئے کہے"

☆......ایک دفعہ ایک سادہ لوح شخص شہر گیا۔ ایک جگہ اس نے دیکھا کہ لڑکے فٹ بال کھیل رہے ہیں اور فٹ بال کے پیچھے دوڑ رہے ہیں۔ یہ دیکھ کر بڑا حیران ہوا۔ اس نے ایک لڑکے سے پوچھا۔ "تم اس کے پیچھے کیوں دوڑ رہے ہو؟" لڑکے نے کہا۔ "گول کرنے کے لئے"
وہ شخص بولا۔ "یہ تو پہلے ہی گول ہے"

☆......بیوی کو کھانا پکانا نہیں آتا تھا۔ شوہر نے تنگ آکر ترکیب پکوان پر ایک کتاب لا کر دی اور ہدایت دی کہ وہ اسے دیکھ کر کھانا تیار کرے۔ اس کے باوجود بیوی کو پکانا نہ آیا تو شوہر نے غصے سے کہا۔ "اس کتاب سے بھی تم پکانے کے طریقے نہیں سیکھ سکیں۔" بیوی نے بے چارگی سے جواب دیا۔ "اس میں جتنے طریقے ہیں ان میں تین آدمیوں کے حساب سے مسالے بنائے ہیں اور ہم ماشاء اللہ پانچ افراد ہیں، میں بھلا کیا کرتی؟"

☆......ڈاکٹر نے مریض سے کہا۔ میں نے جو تمہیں کھانے کے لئے کہا تھا وہ تم نے کھایا؟" مریض نے جواب دیا۔ "کوشش تو بہت کی تھی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔" ڈاکٹر نے جھلا کر کہا۔ "کیا بے وقوفی ہے۔ میں نے کہا تھا کہ جو چیزیں تمہارا تین سالہ بچہ کھاتا ہے وہی تم کھاؤ۔ تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا"۔ مریض نے بے بسی سے جواب دیا ہاں ڈاکٹر صاحب، میرا بچہ تو موم بتی، کوئلہ، مٹی اور جوتے کے تسمے وغیرہ کھاتا ہے۔

☆......مریض بے صبری سے ڈاکٹر کو اپنے درد کے متعلق تفصیل سے بتا رہا تھا۔ "درد میرے داہنے کندھے میں ہوتا ہے جیسے ہی میں آگے کو جھک کر اپنے داہنا ہاتھ اور پھر بایاں ہاتھ پھیلاتا ہوں کہنیاں الٹا کر کندھے جھکاتا ہوں اور پھر جب سیدھا کھڑا ہوتا ہوں تو میرے داہنے کندھے میں درد ہونے لگتا ہے۔" ڈاکٹر نے جھنجلا کر کہا۔ "اور تمہیں یہ خیال کبھی نہیں آیا کہ تم اس پراسرار درد سے پیچھا چھڑا سکتے ہو۔ بشرطیکہ اپنے جسم کی ان بے ہودہ حرکات سے گریز کرو" "میں نے بھی یہ سوچا تھا ڈاکٹر صاحب! مریض نے بڑے خلوص سے کہا۔ "لیکن اوور کوٹ پہننے کا کوئی اور طریقہ میری سمجھ میں ہی نہیں آیا۔"

آپ کا نام کیا ہے؟

عموماً جو نام رکھے جاتے ہیں وہ خوبصورت ہونے کے ساتھ ساتھ با معنی بھی ہوتے ہیں بسا اوقات ان کا غلط تلفظ معنوں کو بگاڑ دیتا ہے۔ اور اس سے ان ناموں کا ظاہری حسن گہنا جاتا ہے۔ آیئے کچھ ناموں کا جائزہ لیتے ہیں :۔

	(غلط تلفظ)	(درست تلفظ)
۱۔	شَمَّسْ	شَمْس
۲۔	اَقْبَال	اِقْبَالْ

اس طرح کے نام عموماً اِفعال کے وزن پر ہوتے ہیں۔ جیسے اِکرامَ۔ اِنعامُ وغیرہ عموماً ان کو اُفعال کے وزن پر پڑھا جاتا ہے جو جمع کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً نَعم کی جمع أنعام یعنی چوپائے ہے لیکن إنعام نعمت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ البتہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں کہ نام ہمیشہ اِفعال کے وزن پر ہی ہوتے ہیں وہ اُفعال یعنی جمع کے وزن پر بھی ہو سکتے ہیں جیسے اُنوار۔ اُبرار وغیرہ قابل ذکر بات صرف یہ ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ یہ نام آیا جمع ہے یعنی اُفعال کے وزن پر ہے یا مصدر یعنی اِفعال کے وزن پر ہے۔ اس میں پھر بولتے ہوئے اس کا لحاظ رکھنا چاہئے۔

	(غلط تلفظ)	(درست تلفظ)
۳۔	اَمْتَل کریم	اَمَۃُ الکریم (اصل میں یہ لفظ اَمَۃ ہے جس کے معنے ہیں بندی۔ لونڈی اور یہ لفظ عموماً اللہ تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت کے ساتھ مضاف ہو کر آتا ہے)
۴۔	رَضْوان	رِضْوَانْ
۵۔	سُلْمان	سَلْمَانْ
۶۔	سُلْمان	سُلَیْمَان
۷۔	اَیَّازْ	اَیَازْ
۸۔	عَیَّاضْ	عِیَاضْ
۹۔	شَبِیْرْ، شَبِّرْ	شَبِّیْرْ
۱۰۔	صَدِّیق	صِدِّیق

	(غلط تلفظ)	(درست تلفظ)
۱۱۔	صِدِیْق	صَدِیق
۱۲۔	کَلْثُوْم	کُلْثُوْم
۱۳۔	حِسَّان	حَسَّانْ
۱۴۔	مُحْسَنْ	مُحْسِنْ
۱۵۔	عَطْیَہْ	عَطِیّہ
۱۶۔	عَمْران/عَرفَانْ	عِمْرَانْ/عِرْفَانْ
۱۷۔	جَوَادْ	جَوَّاد
۱۸۔	شُمَیْلَہ. شُمائِلہ	شَمائِلہ
۱۹۔	مَیْحمود. اَیْحمد	محمود' احمد (عموماً ان ناموں کو امالے کے ساتھ پڑھا جاتا ہے جو کہ غلط ہے۔ جیسے مَیْحمود. اَیْحمد' مَیْحبوب' جبکہ صحیح اَحْمَدُ' مَحْمود' محبوب)
۲۰۔	طَاھَرْ. ناصَرْ قاسَم	طَاھِرْ. نَاصِر. قَاسِم (عموماً یہ نام فاعِل کے وزن پر ہوتے ہیں جن کو فاعَل کے وزن پر پڑھا جاتا ہے جو کہ غلط ہے)
۲۱۔	عَبدَالکبیر	عبدُالکبیر اس طرح کے الفاظ جن کے ساتھ لفظ "عبدل یا "امتل" آتا ہے ان کو عموماً "د" یا "تا" کی زبر کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ جو کہ درست نہیں ان الفاظ کو ضمہ/پیش کے ساتھ پڑھنا درست ہے۔ جیسے عبدُاللہ. عبدُ الکبیر. امةُ الحی. امةُ القیوم

جوابات از صفحہ ۴۵

۱۔3	۲۔2	۳۔3	۴۔3	۵۔2	۶۔3	۷۔3	۸۔2
۹۔1	۱۰۔2	۱۱۔1	۱۲۔3	۱۳۔1	۱۴۔1	۱۵۔1	۱۶۔3
۱۷۔3	۱۸۔1	۱۹۔3	۲۰۔2				

تیسری قسط

اللہ سود کو مٹاتا ہے......

سود

سود کے تباہ کن نقصانات اور ان کا حل

(مقالہ نگار مکرم چوہدری رشید الدین صاحب۔ مربی سلسلہ)

سود کے فوائد اور نقصانات

(دین حق) کسی چیز کی خوبیوں اور خامیوں دونوں کو دیکھتا ہے اور ہمیں یہ اصول بتاتا ہے کہ جس چیز میں نقصان زیادہ ہو اور نفع کم ہو تو اسے ترک کر دینا چاہئے۔ اس اصول کے مطابق اگر ہم دیکھیں تو سود کے کچھ فوائد بھی ہیں اور نقصانات بھی لیکن اس کے نقصانات بے شمار اور تباہ کن ہیں اسی لئے (دین حق) نے اس سے منع فرمایا ہے۔

سود میں حسب ذیل فوائد نظر آتے ہیں :۔

ا۔ سرمایہ کے بغیر کوئی کاروبار ممکن نہیں ہے بڑے بڑے کارخانے قائم کرنے کے لئے کثیر مقدار میں سرمایہ کی ضرورت ہوتی ہے اور ملک میں صنعتی ترقی کے لئے سرمایہ چاہئے۔ تمام ترقی کا انحصار سرمایہ پر ہے آجکل سرمایہ حاصل کرنے کے لئے سود ضروری ہے ورنہ لوگ قرض نہیں دیں گے اور اس قدر سرمایہ فراہم نہیں ہو سکے گا۔ سود کی بدولت سرمایہ مل جاتا ہے۔ نئے نئے کارخانے اور صنعتیں قائم ہوتی ہیں۔ معیشت ترقی کرتی ہے۔ عوام کا معیار زندگی بلند ہوتا ہے اور ملک خوشحال ہوتا ہے۔

۲۔ حکومت کو اپنے مقاصد کے لئے روپیہ کی ضرورت پڑتی ہے تو وہ سود پر روپیہ حاصل کر لیتی ہے (جس سے وہ ڈیم وغیرہ اور دیگر بڑے بڑے منصوبوں کو پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہے)

۳۔ سود کی وجہ سے سرمایہ کا غیر مفید استعمال نہیں ہوتا لوگ سوچ سمجھ کر نفع آور کاموں میں اسے لگاتے ہیں۔

۴۔ اس کی وجہ سے لوگوں میں بچت کرنے کا شوق اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا فوائد کے مقابل پر سود کے نقصانات بڑے دور رس اور اس کے برے اثرات بہت گہرے ہیں۔ یہ کئی قسم کے اخلاق اس کے تمدن اور اس کی معیشت کو بالآخر تباہ کر دیتا ہے۔

اخلاقی نقصانات

ا۔ سرمایہ کا مالک قرض دیکر گھر بیٹھے غریبوں سے سود وصول کرتا ہے جو کہ ان کا خون چوسنے کے مترادف ہے۔ اس کو غرباء سے کوئی ہمدردی نہیں رہتی بلکہ اسے صرف رقم کی سلامتی اور نفع سے غرض ہوتی ہے۔

۲۔ امیروں میں غرباء کا کوئی خیال نہیں رہتا۔ غریب مر رہے ہوں تو انہیں کوئی احساس نہیں ہوتا اور اس طرح ان میں ظلم کا رجحان پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۔ سود خور انتہائی بخیل ہو جاتا ہے اور ایک پیسہ چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتا اور معاشرہ کی فلاح کے لئے

کچھ بھی خرچ نہیں کرتا۔

۴۔ نتیجۃً غریبوں میں امراء کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں۔

۵۔ سود خور گھر بیٹھے رقم ملنے سے آرام طلب ہو جاتا ہے کوئی کام نہیں کرتا یہی حال اس کی اولاد کا ہو جاتا ہے۔

غرض سود سے انسان میں خود غرضی، بخل، تنگ دلی، زبردستی، ظلم، لالچ اور سنگدلی جیسی بری اور قبیح صفات پیدا ہو جاتی ہیں۔

تمدنی اور اجتماعی نقصانات

معاشرتی اور تمدنی لحاظ سے سود بہت نقصان دہ ہے کیونکہ سود سے انسان میں خود غرضی پیدا ہو جاتی ہے اور دوسروں سے ہمدردی اور محبت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا ہو جاتے ہیں اور اس طرح معاشرہ میں اطمینان سکون اور امن ختم ہو جاتا ہے اور بے اطمینانی اور پراگندگی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ آدمی سود کے چکر میں پڑ کر بھی اس سے نکل نہیں سکتا تو بعض اوقات وہ جرائم کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ اسطرح معاشرہ کا سکون برباد ہو جاتا ہے۔ غرض اگر دولتمندوں کے دلوں میں بے رحمی، خود غرضی اور بخل پیدا ہو جاتا ہے تو دوسری طرف نادار افراد میں بغض کینہ اور عداوت کے جذبات بھڑک اٹھتے ہیں اور یہ آگ معاشرے کو بھسم کر کے رکھ دیتی ہے۔ پھر سود کی وجہ سے لوگ وہ کاروبار نہیں کرتے جس میں لوگوں کا فائدہ ہو بلکہ وہ کام کرتے ہیں جن سے نفع زیادہ ہوتا ہے کہ نفع اتنا زیادہ حاصل ہوتا ہے کہ سود آسانی سے ادا کر سکیں اور اس طرح بعض ایسے کام شروع کر دیتے ہیں جو عوام کے لئے غیر مفید ہوتے ہیں اور معاشرہ کو نقصان پہنچاتے ہیں۔

معاشی نقصانات

سود کی وجہ سے جو معاشی ترقی ہوتی ہے اس کا فائدہ صرف چند لوگوں کو پہنچتا ہے دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے عوام غریب سے غریب تر ہوتے جاتے ہیں اور سرمایہ کے مالک امیر سے امیر تر ہوتے جاتے ہیں۔ ملک کی ساری دولت پر چند لوگوں کا قبضہ ہو جاتا ہے جو اگر چاہیں تو ملک کو جنگ کی طرف دھکیل دیں۔ پریس کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کریں۔ مذہب اور حکومت میں دخل دیں ساری تجارت پر قبضہ کر لیں غرض یہ کہ سرمایہ کے بل بوتے پر جو مرضی کریں انہیں کوئی روکنے والا نہیں ہوتا۔

۲۔ سود کی وجہ سے اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہو جاتا ہے ایک مثال کے ذریعہ یہ بات واضح ہو جائے گی۔ فرض کریں کہ ایک زمیندار کپاس بوتا ہے وہ بیج اور کھاد وغیرہ لینے کے لئے کچھ رقم سود پر قرض لیتا ہے جب وہ کپاس فروخت کرتا ہے۔ تو اس قیمت میں وہ سود بھی شامل کر لیتا ہے۔ اب ایک تاجر اس سے کپاس خرید لیتا ہے اس نے بھی سُود پر روپیہ لے کر اسے خریدا ہے۔ جب اس سے کپڑے کا ایک کارخانہ دار یہ کپاس خریدے گا تو وہ تاجر اس کی قیمت میں اپنا سود بھی شامل کر دے گا۔ اب کارخانہ دار نے بھی رقم سود پر قرض لی ہوئی ہے چنانچہ کپڑا تیار ہونے پر وہ بھی اس کی قیمت میں سود شامل کرے گا۔ پھر ایک تاجر یہ کپڑا خریدے گا یہ بھی قرض کی رقم سے کاروبار کر رہا ہے اس لئے جب یہ کپڑا فروخت کریگا تو کپڑے کی قیمت میں عام منافع کے علاوہ اپنا سود بھی خریدار سے وصول کرے گا۔ اب یہاں کپڑے کی قیمت میں کم از کم چار مرتبہ اضافہ ہوا ہے جس

کی وجہ سے اس کی قیمت بہت بڑھ گئی ہے۔ یہی باقی اشیاء کا حال ہے پس سود کی وجہ سے چیزیں بہت مہنگی ہو جاتی ہیں یہ واضح ہے کہ اگر سود نہ ہو تو اشیاء کی قیمتیں کافی کم ہو جائیں۔

۳۔ قیمتوں میں اضافہ ہو جانے کی وجہ سے عوام کی قوت خرید کم ہو جاتی ہے۔ کارخانہ داروں کی اشیاء فروخت میں کمی ہو جاتی ہے۔ اس طرح تاجروں اور صنعتکاروں کی آمدنیاں کم ہو جاتی ہیں اور وہ کاروبار زیادہ وسیع نہیں کر سکتے۔

۴۔ قرض کے چکر میں پھنس کر انسان کے لئے اس سے باہر نکلنا دشوار ہو جاتا ہے انسان محنت کرتا ہے اور کماتا ہے اس کی محنت کا پھل سود خور سود کی شکل میں لے جاتا ہے چنانچہ اس شخص کی کام میں دلچسپی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا جذبہ عمل سرد پڑ جاتا ہے اور قوت کار کم ہو جاتی ہے اور اس کا اثر ملک کی ترقی پر پڑتا ہے۔

۵۔ سود خور اور ان کی اولادیں لازماً آرام طلب نکمی اور ست ہو جاتی ہیں کیونکہ انہیں گھر بیٹھے رقم ملتی رہتی ہے اور اس طرح ایک طبقہ جو کہ ملک کی ترقی میں حصہ لے سکتا ہے بیکار بیٹھا رہتا ہے۔

۶۔ سود کا ایک فائدہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے لوگوں میں بچت کا رجحان پیدا ہوتا ہے اور سرمایہ کاری کے لئے روپیہ جمع ہو جاتا ہے۔ یہ درست ہے لیکن بچت ہر لحاظ سے مفید نہیں ہے بچت تب پیدا ہوتی ہے جبکہ لوگ اشیاء کم خریدیں اور روپیہ بچائیں لیکن اشیاء کی طلب کم ہونے سے تجارت میں بھی کمی آجائے گی۔

۷۔ سود کا سارا بوجھ عوام پر پڑتا ہے۔ سرمایہ دار اور تاجر وغیرہ سارا سود اشیاء کی قیمتوں میں شامل کر کے صارفین سے وصول کرتے ہیں اور اس طرح بیچارے عوام مارے جاتے ہیں۔

پس سود کی وجہ سے دولت چند ہاتھوں میں جمع ہو جاتی ہے اور عوام غریب ہوتے جاتے ہیں ان کی قوت خرید گر جاتی ہے اور اشیاء کی قیمتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے جس کی وجہ سے اشیاء کی فروخت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ تاجروں کی آمد یہاں کم ہو جاتی ہے اور اس طرح تجارت اور صنعت میں زوال شروع ہو جاتا ہے جس کا آخری نتیجہ ملک میں کساد بازاری اور معاشی بدحالی کا دور دورہ ہے۔ سود کا ایک بہت بڑا نقصان ذکر ہونے سے رہ گیا ہے اور وہ یہ کہ سود جنگوں کے بڑھانے کا موجب ہوتا ہے۔ جنگ میں ایک ملک کے پاس جب اسلحہ اور رقم ختم ہو جاتی ہے تو وہ سود پر قرض لے لیتا ہے اور جنگیں لمبی ہو جاتی ہیں۔ جنگ عظیم اول میں اسی طرح ہوا۔ جرمنی اور برطانیہ نے قرض لے کر جنگ لڑی۔ اگر سود نہ ہوتا تو ان کو اتنی کثیر رقم نہ ملتی اور وہ اتنے لمبے عرصے تک جنگ نہ کر سکتے۔ سود کی وجہ سے ان کو دھڑا دھڑ قرض ملتا گیا اور وہ لڑتے چلے گئے۔ اگر انہیں صرف اپنے سرمایہ پر جنگ لڑنی ہوتی تو یہ جنگ کبھی زیادہ دیر تک نہ چلتی اور اس لڑائی کا نتیجہ وہی نکلتا جو اب نکلا۔ برطانیہ اور جرمنی پر اتنا بوجھ نہ پڑتا کہ بعد میں رقوم ادا کرتے کرتے ان کی کمر ٹوٹ جاتی۔ جنگ عظیم تو بعد کی بات ہے برطانیہ ابھی تک واٹرلو کی جنگ کے لئے قرض پر 7.50 لاکھ پاؤنڈ سالانہ سود ادا کر رہا ہے۔ غرض سود سے جنگیں طویل ہو جاتی ہیں اور عوام ایک عرصہ تک قرضوں تلے دبے رہتے ہیں۔

(مزید دیکھیں احمدیت یعنی حقیقی...... صفحہ 224)

سود کو ختم کرنے میں مشکلات اور ان کا حل

باوجود ساری قباحتوں کے سود زندگی کے تقریباً ہر شعبہ پر

اس طرح چھا گیا ہے کہ اس کو ختم کرنے کا تصور بھی بعض اوقات محال ہو جاتا ہے۔ سودی کاروبار بنکوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص نے کارخانہ قائم کرنا ہوتا ہے تو وہ بنک سے سود پر قرض لیتا ہے اگر کوئی بڑی تجارت کرنا چاہتا ہے تو وہ قرض لیتا ہے۔ زمیندار بیج اور کھاد کے لئے قرض لیتا ہے۔ کسی شخص نے مکان تعمیر کرنا ہو تو اسے قرض لینے کی ضرورت پڑتی ہے حکومت ترقیاتی منصوبے چلانے کے لئے عوام سے قرضہ طلب کرتی ہے۔ یہ سب کچھ بنکوں کے ذریعہ سے ہوتا ہے جو کہ سود کی وجہ سے چلتے ہیں اور اس کے علاوہ انشورنس کی ساری بنیاد سود پر قائم ہے غرض سود کی جڑیں بہت دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں اس لئے اس کو اکھاڑنے سے ساری معیشت کانپ اٹھے گی اور اس میں ہل چل مچ جائے گی۔ اس کو ختم کرنے سے تجارت، صنعت اور زراعت کو ایک دھچکا لگے گا۔ اسے مٹانے سے بہت سے کاروبار ختم ہو جائیں گے اور اقتصادی ترقی رک جائے گی۔ سود کو ممنوع قرار دینے سے لوگ روپیہ سٹور کرنا شروع کر دیں گے اور زر کی گردش رک جائے گی اور ترقیاتی منصوبوں کے لئے روپیہ فراہم کرنا دشوار ہو جائے گا۔ سود کو بند کرنے سے بنکنگ کا سارا نظام فیل ہو جائیگا۔ لوگ ان میں روپیہ جمع نہیں کروائیں گے۔ بینک بند ہو جائیں گے اور صنعت و تجارت کے لئے سرمایہ نہیں ملے گا۔ پس نظام سود کو ختم کر کے (دینی) نظام معیشت کو قائم کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے اس کے لئے بڑی جدوجہد کی ضرورت ہے یہ مسئلہ علمی بحثوں سے حل نہیں ہو سکتا بلکہ اسے حل کرنے کے لئے ارباب اختیار کو مضبوط عملی قدم اٹھانے پڑیں گے۔ اس سلسلہ میں ایک بڑی دقت یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کی ذہنیت شکست خوردہ ہے۔ وہ مغربی تہذیب سے متاثر ہیں اور ان کے ذہنوں اور دل و دماغ پر سرمایہ دارانہ نظام چھایا ہوا ہے۔ اس کے چاروں طرف ایک ایسا نظام موجود ہے جس کی بنیاد سود پر قائم ہے۔ عملی صورت میں (دینی) نظام موجود نہیں اس کی خوبیوں سے لوگ ناواقف ہیں اور اس کے اصول و نظریات دلوں سے محو ہو چکے ہیں۔ ورنہ کیا وجہ ہے کہ وہ (دینی) نظام جو صدیوں تک مسلمانوں نے چلایا جس میں کہ لوگ صدقہ دینے کے لئے گھروں سے نکلا کرتے تھے اور کوئی مستحق اور حاجتمند نہیں پاتے تھے آج اسے قائم کرنا ناممکن سمجھا جائے۔ پس اس وقت ذہنوں میں ایک انقلاب برپا کرنے کی ضرورت ہے اس بات کی ضرورت ہے کہ لوگوں کو سود کی خرابیوں سے آگاہ کیا جائے اور (دینی) تعلیم کی خوبیاں ان پر واضح کی جائیں۔ ایک سچے مسلمان کو اس بات کا یقین ہونا چاہئے کہ سود مٹ کر رہے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یمحق اللہ الربوٰ ویربی الصدقات کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹا دیگا اور صدقات کو ترقی دے گا۔ (دینی) نظام کی بنیاد صدقات اور زکوٰۃ پر ہو گی۔ تاہم ہمیں (دینی) نظام کو قائم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ حکومت پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ منظم منصوبے اور ایک سکیم کے ماتحت یہ تبدیلی لانے کی کوشش کرے لیکن یہ تبدیلی آہستہ آہستہ ہو گی اس کے لئے درج ذیل تجاویز پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ (باقی آئندہ شمارے میں)

فہرست کتب جن سے استفادہ کیا گیا

ا۔ احمدیت یعنی حقیقی (......)

۲۔ کمرشل انٹرسٹ کی فقہی حیثیت از مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری

۳۔ اسلام اور سود از ڈاکٹر انور اقبال قریشی

۴۔ ابتدائی معاشیات از ڈاکٹر ایس ایم اختر

۵۔ تجارتی سود تاریخی اور فقہی نقطۂ نظر سے از ڈاکٹر فضل الرحمن

معلومات

میں اضافہ کریں اور انعام حاصل کریں

قارئین کے لئے معلومات کا ایک اور دلچسپ سلسلہ شروع کیا جارہا ہے۔ مندرجہ ذیل سوالوں کے صحیح جوابات 31 اگست تک ایوان محمود ربوہ کے ایڈریس پر لکھ کر ارسال فرمائیں پہلے 5 درست جوابات بھیجنے والوں کو انعام دیا جائے گا۔ (مدیر)

- آنحضرتؐ کی بیٹیوں کے نام بتائیں؟
- "A Man Of God" کے مصنف کا نام بتائیں؟
- اس موصی بزرگ کا نام بتائیں جن کا وصیت نمبر 1 ہے؟
- حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ کس تاریخ کو انڈونیشیا پہنچے؟
- "سرخ چھینٹوں کے نشان والا کرتا" حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے کس رفیق کو عطا فرمایا؟
- حضرت مسیح موعودؑ کی دوسری شادی کب ہوئی؟ سن اور تاریخ
- G-8 میں کون سے ممالک شامل ہیں۔
- "ماؤنٹ ایورسٹ" سر کرنے والے پہلے پاکستانی کوہ پیما کا نام کیا ہے؟

☆☆☆☆☆

ذخیرۂ الفاظ

۱۔ فُتُوَّت شجاعت۔ بہادری

۲۔ حَبَّہ دانہ

۳۔ تَوَرُّع پرہیزگاری۔ زہد۔ اتقاء

۴۔ غَبَاوَت (قوت استدلال کم ہونا) کند ذہن ہونا

۵۔ ژُولِیدَہ پریشان۔ درہم برہم

۶۔ مُکتی (ہندی لفظ)۔ نجات

۷۔ اِبَاحَت: اِبَاحتی۔ کسی امر کا جائز ہونا۔ اور اس سے لفظ مباح جواز یادرست کے معنوں میں ہے۔

۸۔ تَوَغُّل ایک کام میں بہت لگے رہنا

۹۔ بَلِید کند ذہن۔ بے وقوف۔ احمق۔ سادہ

۱۰۔ رِبقۂ عقل عقل کا حلقہ۔ ربقہ یعنی رسی، حلقہ

۱۱۔ تَعَبِ شدید شدید تھکاوٹ

۱۲۔ دَنِیُّ الھِمَّت کم ہمت

۱۳۔ اِتمامُ الحُجَّۃ حجت کا پورا کرنا۔ کسی کو آخری مرتبہ سمجھانا۔ معاملہ طے کرنے کی کوشش کرنا۔

۱۴۔ گُم گُشتگان گمشدہ

۱۵۔ مُتوَفّی فوت شدہ۔ یہ لفظ عموماً متوفِی بولا جاتا ہے جو کہ درست نہیں۔ متوفِی اسم فاعل ہے۔ یعنی مارنے والا اور وہ خدا تعالیٰ ہے۔ یہ لفظ متوفّٰی ہے جو کہ اسم مفعول ہے۔

۱۶۔ سَت وِدیا صحیح علم

۱۷۔ نِیش زَنی ڈنک مارنا۔ کسی کے حق میں برائی کرنا

۱۸۔ جِبِلّی حالت پیدائشی حالت۔ طبعی حالت۔ فطرتی حالت

۱۹۔ زِیبَق و زِءبَق پارہ۔ سیماب

اخلاق فاضلہ کا حصول

(ظہور احمد۔ مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ)

وہ لوگ جو اخلاق فاضلہ کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ ان کے اندر یہ خوبی اول تو خدا تعالیٰ کی ودیعت کردہ ہوتی ہے۔ یہ لوگ فطرتی طور پر نیک اخلاق کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کی فطرت میں برائی کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ لیکن اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ جو فطرتی طور پر اخلاق حسنہ سے محروم ہیں وہ کبھی بھی ان کو اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے۔ ایسا نظریہ بالکل غلط ہے۔ کیونکہ انسان کے اندر اعلیٰ اخلاق کا پیدا ہونا صرف فطرت سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ بعض دوسرے اسباب سے بھی ان کا بہت گہرا تعلق ہے۔

چنانچہ اگر ایک شخص کوشش اور تکلف سے کوئی نیک کام کرتا ہے اور اپنے آپ کو اس کام کا عادی بنالیتا ہے تو یہ عادت بھی ایک موقعہ پر انسان کی فطرت کا حصہ بن جاتی ہے۔ پھر بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ از خود تو خیال نہیں آتا لیکن کسی کو اچھا کام کرتے دیکھ کر اس کا اثر دل پر ہونے لگتا ہے۔ یہاں تک کہ انسان اس صحبت کو اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ طبیعت ہمیشہ نیک صفات کو اپنے اندر پیدا کرنے کی متمنی رہتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جس طرح ظاہری صورت کو ہم اپنے ہاتھوں یا اپنی مرضی سے تبدیل نہیں کر سکتے۔ بالکل اسی طرح اخلاق و عادات میں بھی تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ ایسا خیال بالکل غلط ہے۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا ہے تو اچھے اخلاق پیدا کرنے کے لئے نصیحت اور تاکید نہ کی جاتی۔ اور نہ ہی اس کے آداب سکھائے جانے کا کوئی سوال تھا۔ لیکن جب ایک طرف ہمیں اس کے لئے وصیت کی جارہی ہے اور اس کے آداب بتلائے جا رہے ہیں تو یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اخلاق فاضلہ کے حصول میں انسانی کوشش کو بھی کچھ نہ کچھ اہمیت حاصل ہے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے متعلق احادیث کا مطالعہ کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ آپؐ اخلاق اور عادات کو اچھا بنانے کی طرف بہت توجہ دلایا کرتے تھے۔ ایک روایت میں آتا ہے۔

"حضرت صفوان بن سلیمؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی آسان عبادت نہ بتاؤں جو بجا لانے کے لحاظ سے بڑی ہلکی ہے۔ خاموشی اختیار کرو۔ بے ضرورت بات نہ کرو۔ اور اچھے اخلاق اپناؤ۔"

(الترغیب والترھیب الترغیب فی حسن الخلق)

اب حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ایک غلط فہمی پیدا

ہونے کا بھی امکان تھا کہ کہیں لوگ کوشش کو ہی سب کچھ نہ سمجھ بیٹھیں اور اسی پر ہی انحصار کر کے نہ بیٹھ جائیں۔

جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اور اس کی توفیق شامل حال نہیں ہوگی اس وقت تک انسان اخلاق فاضلہ کو حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ آپؐ نے ایسے تمام لوگوں کو جو اخلاقِ فاضلہ اپنانے کی خواہش رکھتے ہیں ایک دعا سکھائی ہے۔ تاکہ وہ کوشش اور جدوجہد کے ساتھ ساتھ اس دعا کے ذریعہ بھی خدا تعالیٰ سے مدد طلب کریں۔ وہ دعا یہ ہے۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز میں یہ دعا کرنے کا ارشاد فرمایا:۔

"اے اللہ میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے اور برے کاموں سے رکنے کی توفیق چاہتا ہوں۔ مساکین کی محبت مجھے عطا کر۔ اور جب بعض لوگوں کو فتنہ پہنچانا مقصود ہو تو بغیر فتنہ میں ڈالے میرے روح قبض کرلے۔"

(جامع ترمذی)

یہ کہنا بھی درست نہیں کہ یہ کام ناممکن اور محال ہے۔ کیونکہ کوشش اور لگا تار محنت سے تو جانوروں کو بھی سدھالیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وحشی سے وحشی درندے بھی رام ہو جاتے ہیں۔ انسان سے مانوس ہو جاتے ہیں۔ تو پھر اشرف المخلوقات پر اس بات کا اطلاق کرنا کہ یہ ناممکن ہے کچھ صحیح معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں بعض امور ایسے ضرور ہوتے ہیں جو آدمی کے دائرہ اختیار سے باہر ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ کہ کھجور کی گٹھلی سے سیب کا درخت نہیں اگایا جا سکتا۔ لیکن صحیح طریقہ کاشت اور مناسب دیکھ بھال سے کھجور کے درخت سے عمدہ سے عمدہ اور زیادہ سے زیادہ کھجوریں تو حاصل کی جا سکتیں ہیں۔ بالکل اسی طرح اپنی بری خواہش کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا تو آدمی کے بعض اوقات بس میں نہیں ہوتا۔ لیکن کوشش اور مجاہدے سے جس میں ساتھ خدا تعالیٰ کا فضل بھی شامل ہو جائے اسے حد اعتدال میں تو لایا جا سکتا ہے۔ بعض لوگوں کے لئے اس کا حصول ذرہ مشکل تو ہوتا ہے۔ لیکن ناممکن ہرگز نہیں۔

جہاں تک مشکل کا تعلق ہے اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ بعض دفعہ انسانی فطرت میں خواہشات کی جڑیں بڑی مضبوط ہوتی ہیں اور دوسرے بات یہ کہ ایسا آدمی ایک لمبی مدت سے ان کا غلام چلا آتا ہے۔ اور خود ہی اپنے ہاتھوں سے ان جڑوں کو مضبوط کر چکا ہوتا ہے۔

چنانچہ اس اعتبار سے جب ہم لوگوں پر نگاہ ڈالتے ہیں تو ہمیں ان کے مختلف گروہ نظر آتے ہیں۔ جن میں سے ایک تو وہ ہیں جو بالکل سادہ لوح ہوتے ہیں۔ جنہیں نیکی اور بدی کی کوئی خاص پہچان ہی نہیں ہوتی۔ مگر ان کے اندر یہ خوبی ہوتی ہے کہ ان کا رجحان اصلاح کی طرف زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن یہ اس امر کے محتاج ہوتے ہیں کہ کوئی ان کی تعلیم و تربیت کرے اور ان کے اندر یہ شعور پیدا کردے کہ بدی کا راستہ کون سے ہے اور نیکی کی راہ کونسی ہے؟

چنانچہ بچے بنیادی طور پر اسی فطرت کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن ان کے ماں باپ بعض اوقات انہیں ایسی راہوں پر ڈال دیتے ہیں جس سے ان کی تربیت میں خلل واقعہ ہوتا ہے۔ دوسرا گروہ ایسے لوگوں کا ہے۔ جنہوں نے برائی کو شعار تو نہیں بنایا ہوتا البتہ ایک لمبا عرصہ خواہشوں کی غلامی میں گزارنے کے نتیجہ میں وہ بسا اوقات عادی ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود انہیں یقین ہوتا ہے کہ اس حالت میں تبدیلی کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کی اصلاح اگرچہ بڑا کٹھن کام ہے۔ لیکن اگر ان کا ذاتی رجحان انہیں اس کیفیت سے چھٹکارا حاصل کرنے پر آمادہ کردے تو بہت جلد اصلاح اور درستی کی طرف مائل ہو سکتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں آخر کار وہ بری عادات سے رہائی پانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ پھر ایک گروہ ان لوگوں کا ہے جو بدی اور برائی کے اس قدر عادی ہو چکے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنی اس حالت میں تبدیلی کی ذرہ بھی فکر نہیں ہوتی۔ بلکہ ان کی نظر میں برائیاں بہت پسندیدہ چیز ہوتی ہیں۔ چنانچہ وہ ان سے خائف ہونے کی بجائے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ اس لئے ایسے لوگ شاذو نادر ہی اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ اس سے آگے اگر دیکھا جائے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو برائیوں اور بدیوں پر نہ صرف خوش ہوتے ہیں بلکہ ان پر فخر کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں اچھا نہیں ہے۔ یہ اس قدر دور جا چکے ہوتے ہیں کہ جب تک خدا تعالیٰ کی کوئی خاص تائید ان کے شامل حال نہ ہو ان کی اصلاح ناممکن ہوتی ہے۔ جہاں تک برائی سے پیچھا چھڑانے کا تعلق ہے۔ اس بارہ میں ذہن نشین رہے کہ اس کا ایک ہی علاج ہے۔ جو یہ ہے کہ برائی جس چیز کی طرف آمادہ کرے انسان ہمیشہ اس کے الٹ عمل کرنے کی کوشش کرتا رہے اور خدا تعالیٰ سے اس کے مقابلہ میں ہمت طلب کرتا رہے۔ کیونکہ خواہش کا توڑ صرف یہی ہے کہ اس کی مخالفت کی جائے۔ ہر چیز کو اس کی مدد سے ہی توڑا جا سکتا ہے۔ چنانچہ ہمارا یہ روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ وہ بیماری جو گرمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اسے دور کرنے کے لئے ڈاکٹر ہمیشہ مریض کو ٹھنڈی اور سرد چیزیں استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔ لیکن یہاں یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ یہ کوشش اس صورت میں کارگر ثابت ہوتی اگر اس کے ساتھ دعا کو شامل کیا جائے گا۔ جو آنحضرت ﷺ نے ہمیں اس موقعہ کے لئے سکھائے ہیں۔ یعنی وہی اخلاق فاضلہ کے حصول کی دعا جو اس مضمون کے آغاز میں بیان کی گئی ہے۔ پس اعلیٰ اخلاق خواہ تکلف سے ہی اختیار کئے جائیں آخر طبیعت کا حصہ بن جاتے ہیں۔ جس طرح بچہ شروع شروع میں سکول جانے سے گھبراتا ہے۔ لیکن جب اسے باقاعدگی سے وہاں بھیجتے ہیں تو آہستہ آہستہ سارا خوف دور ہو جاتا ہے۔ اور وہ اس کا عادی بن جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح اچھی عادات بھی رفتہ رفتہ جزو طبیعت بن جاتی ہیں۔ اور انسان کو دنیا بھر کی لذتیں ان کے مقابلہ میں ہیچ نظر آنے لگتی ہیں۔

آپ کیا جانتے ہیں؟

نمبر شمار	سوال	جواب نمبر (۱)	جواب نمبر (۲)	جواب نمبر (۳)
1	2006ء کے فٹ بال ورلڈکپ کی میزبانی کرے گا؟	انگلینڈ	برازیل	جرمنی
2	آئندہ کرکٹ ورلڈکپ کس ملک میں ہو رہا ہے؟	زمبابوے	جنوبی افریقہ	آسٹریلیا
3	سب سے زیادہ بارش دنیا کے کس علاقے میں ہوتی ہے؟	سندربن (بنگلہ دیش)	جکارتہ (انڈونیشیا)	چراپونجی (بھارت)
4	انہی پتھروں پہ چل کر اگر آسکو تو آؤ میرے گھر کے راستے میں کوئی کہکشاں نہیں ہے (یہ شعر کس کا ہے؟)	غالب	اقبال	مصطفیٰ زیدی
5	Das Capital کا مصنف کون ہے؟	لینن	کارل مارکس	سٹالن
6	خوست کس ملک میں ہے؟	ترکی	ایران	افغانستان
7	دریائے سندھ کا منبع کونسا ملک ہے؟	چین	پاکستان	تبت
8	اڑنے والا ممالیہ (Mammal) جانور؟	شاہین	چمگادڑ	گدھ
9	برن (Bern) کس ملک کا دارالحکومت ہے؟	سوئٹزرلینڈ	چلی	آسٹریا
10	بیلجئم کے دارالحکومت کا کیا نام ہے؟	ہیگ	برسلز	بون
11	انڈونیشیا کی کرنسی کا نام بتائیں؟	روپیہ	ٹکا	روبل
12	بہشتی مقبرہ قادیان میں پہلے مدفون؟	حضرت مرزا مبارک احمد صاحب	حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی	حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی
13	حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی کا آخری سفر کونسا تھا؟	سفر لاہور	سفر جہلم	سفر دہلی

14	A man of God کس کی سوانح حیات ہے؟	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ	سر ظفر اللہ خان صاحب	ڈاکٹر عبد السلام صاحب
15	حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی تاریخ پیدائش؟	18 دسمبر 1928	20 دسمبر 1929	23 دسمبر 1935
16	حضرت مسیح موعودؑ کی رویاو کشوف اور الہامات کا مجموعہ کس نام سے شائع ہوا؟	حمامۃ البشریٰ	البشرات	تذکرہ
17	عورتوں میں سب سے زیادہ احادیث کس صحابیہ سے مروی ہیں؟	حضرت ام سلیمؓ	حضرت فاطمہؓ	حضرت عائشہؓ
18	مردوں میں سب سے زیادہ احادیث کس صحابی سے مروی ہیں؟	حضرت ابو ہریرہؓ	حضرت عبد اللہ بن عمرؓ	حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ
19	ہجرت کے بعد مدینہ میں حضورؐ نے کس کے ہاں قیام فرمایا؟	حضرت سعد بن معاذؓ	حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ	حضرت ابو ایوب انصاریؓ
20	ہٹلر کی شہریت کس ملک کی تھی؟	جرمنی	آسٹریا	فرانس

جواب صفحہ نمبر ۴۳ پر

تلمیحات

آیئے آج کچھ ''تلمیحات'' کا جائزہ لیتے ہیں لیکن اس سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ ''تلمیح'' سے کیا مراد ہے؟

زبان کے ابتدائی دور میں چھوٹے چھوٹے سادہ خیالات اور معمولی چیزوں کے بتانے کے لئے الفاظ بنائے گئے تھے۔ لیکن جب انسان نے ترقی کی تو لمبے لمبے قصوں اور کہانیوں کی طرف خاص خاص لفظوں سے اشارے ہونے لگے۔ جہاں وہ الفاظ زبان پر آئے' فوراً قصے یا واقعات آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے۔ جن کی طرف وہ اشارہ کرتے تھے۔ ایسا ہر اشارہ تلمیح کہلاتا ہے۔ دنیا میں جو زبانیں ترقی کرتی ہیں ان میں تلمیحات کثرت سے ہوتی ہیں۔ تلمیحات میں جس قدر بلاغت پائی جاتی ہے الفاظ کی دیگر اصناف میں نہیں پائی جاتی۔ بلاغت کے معنی یہ ہیں کہ کم سے کم الفاظ میں زیادہ سے زیادہ معنی سمجھے جائیں۔ اور جن زبانوں میں تلمیحات نہ ہوں وہ بلاغت کے درجہ سے گری ہوئی ہوتی ہیں۔ ایسی زبانوں میں بولنے والوں' لکھنے والوں' شعر کہنے والوں کو اپنے مطالب کے ادا کرنے میں بہت زیادہ وقت ضائع کرنا پڑتا ہے' سننے والے ایک ہی واقعہ کو بار بار سن کر اکتا جاتے ہیں۔

تلمیحات کے ماخذ مختلف اقوام کے دیومالائی قصے' مذہبی عقائد' تاریخی واقعات' عام فرضی قصے اور افسانے' شعراء کی نظمیں اور ڈراما یا ناٹک کی کتابیں ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً طوفان نوح' صور اسرافیل' لحن داؤدی' ڈیڑھ اینٹ کی مسجد' امام ضامن کا روپیہ وغیرہ وغیرہ آیئے اب کچھ تلمیحات اور ان کے پس منظر کا مطالعہ کریں۔

بِیڑہ اٹھانا

ذمہ لینا۔ عہد لینا۔ عزم بالجزم کرنا۔ آمادہ ہونا۔ مستعد ہونا۔

بیڑہ ایک درخت کا پتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندوستان کے کسی علاقے میں یہ دستور تھا کہ جب کسی انتہائی مشکل کام یا کسی مہم کے لئے کسی بہادر کی ضرورت پڑتی تو تمام قبیلے کے نوجوان اور بزرگوں کو اکٹھا کیا جاتا اور درمیان میں بیڑے کے پتے کو رکھ لیا جاتا جو کوئی اس مہم کو اپنے ذمے لیتا تو وہ اس پتے کو اٹھا لیتا گویا اس پتے کا اٹھانا مہم کو اپنے ذمے لینے کی علامت سمجھا جاتا۔ اس کے بعد محاورۃً ہر مشکل کام کو سرانجام دینے کے لئے بیڑہ اٹھانا استعمال ہونے لگا۔ واضح رہے کہ یہ لفظ بیڑہ (یعنی بڑی کشتی) مراد نہیں بلکہ بِیڑہ یعنی پتا ہے۔

چور کی داڑھی میں تنکا

مراد دل میں چور ہونا۔ یہ ایک تلمیحی مثل ہے کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کسی زمیندار کے ہاں بھینس کی چوری کی۔ قاضی

نے تمام مشتبہ افراد کو جن میں چور بھی شامل تھا سامنے کھڑا کر دیا۔ پھر ایک پیادے سے کہا۔ دیکھو چور کی داڑھی میں تنکا ہے۔ چور کے دل میں ڈر تھا ہی۔ اس نے فوراً اپنی داڑھی پر ہاتھ ڈالا اور اس حرکت سے وہ شناخت کر کے پکڑا گیا۔

جام جم / ساغر جم

یعنی جمشید بادشاہ کا پیالہ۔ کہا جاتا ہے کہ ایران کے بادشاہ جمشید کے پاس شراب کا ایک پیالہ تھا۔ اس کے گرد سات خط کھنچے ہوئے تھے سب سے پہلے خط یعنی بالائی خط تک شراب بھری جاتی تو جمشید کے سوا کسی کی مجال نہ تھی کہ اس پیالہ کو پی سکے پہلے خط یعنی کنارے کے خط کا نام خط جوز ہے باقی چھ خطوں کے نام ترتیب وار حسب ذیل ہیں۔ خط بغداد' خط بصرہ' خط ارزق جس کو خط سیاہ' خط شب اور خط سبز بھی کہتے ہیں۔ خط شکریہ' خط اشک' خط ساگر خط فرودینہ۔

ساغر جم اور جام جم کی تلمیح کا استعمال شعراء نے کثرت سے اپنے کلام میں کیا ہے جیسے غالب کہتے ہیں :

اور لے آئے بازار سے گر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے میرا جام سفال اچھا ہے

ٹیڑھی کھیر :

یعنی مشکل کام۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ایک اندھے سے کسی شخص نے پوچھا۔ حافظ جی! کھیر کھاؤ گے۔ اس نے کہا۔ کھیر کیسی ہوتی ہے؟ اس نے کہا سفید۔ پوچھا سفید کیسی؟ کہا جیسے بگلا۔ اس نے پوچھا۔ بگلا کیا ہوتا؟ اس نے ہاتھ ٹیڑھا کر کے دکھایا کہ ایسا۔ اندھے نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ سے ٹٹول کر کہا یہ تو بڑی ٹیڑھی کھیر ہے۔ ہم سے نہیں کھائی جائے گی۔

غتربود

مراد ہے خلط کر دینا' یعنی بُری طرح مِلا جُلا دینا۔ اس کا قصہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ایک بیوقوف آدمی بوستان پڑھتا تھا جب سعدی کے اس شعر پر پہنچا۔

کہ سعدی کہ گوئے بلاغت ربود
در ایام بوبکر بن سعد بود

تو اس نے استاد سے پوچھا "غتربود کے کیا معنی ہیں؟ "بلاغت" میں سے اس نے "بلا" کو جدا کر کے دوسرے لفظ "ربود" سے ملا دیا۔ اور "غتربود" کو ایک لفظ سمجھا۔
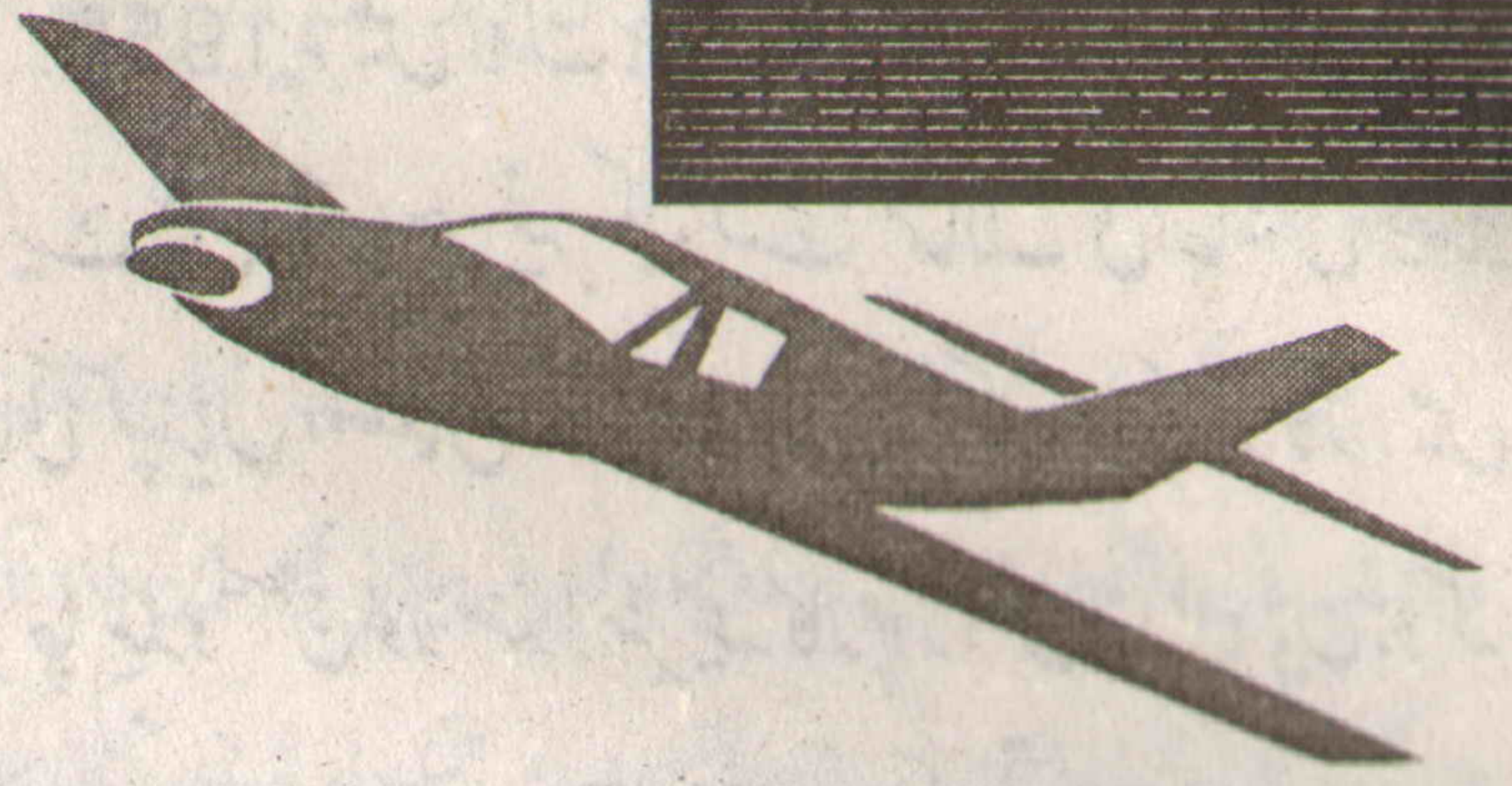
بلیک بکس

ہوائی حادثے کی صورت میں جس شے کی سب سے زیادہ تلاش ہوتی ہے اسے "بلیک بکس" کہا جاتا ہے۔ انتہائی چمکدار پیلے رنگ کا یہ چھوٹا سا بکس اندھیرے میں بھی معمولی روشنی پڑتے ہی چمکنے لگتا ہے اور اسے پانی میں بھی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ اس کی پون انچ چوڑی ٹیپ کے چار مختلف چینلوں پر انتیس ملین بائٹس Bytes تک معلومات کی پچیس گھنٹے تک ریکارڈنگ کی صلاحیت ہوتی ہے اور اس میں معمولی نوعیت کے جھٹکے اور کپکپاہٹ تک ریکارڈ ہو جاتے ہیں۔ یہ بکس دو ہزار درجے فارن ہیٹ تک کی تپش برداشت کر سکتا ہے اور بیس ہزار فٹ کی گہرائی میں گرنے کے باوجود اس میں ایک ماہ تک ڈھائی میل کی دوری تک آواز کی مخصوص لہریں نشر ہوتی رہتی ہیں۔

ہوائی جہاز کی تباہی کے عموماً دو غیر انسانی شاہد ہوتے ہیں اور یہ جہازوں کی پرواز کے اعداد و شمار (Flight Data) یا کاک پٹ میں ریکارڈ ہونے والی گفتگو ہے۔ دراصل بلیک باکس نام ہے اس باکس کا جو انتہائی چمکدار پیلے رنگ کا ہوتا ہے اور انتہائی اندھیرے میں بھی ہلکی سی روشنی پڑتے ہی چمکنے لگتا ہے۔ کسی بھی فضائی حادثے کی تحقیقات کرنے کے لئے امریکہ میں ایک لیبارٹری نیشنل ٹرانسپورٹیشن سیفٹی بورڈ جسے مختصراً (N.T.S.B) بھی کہتے ہیں قائم ہے۔

یہ انتہائی جدید ترین سامان سے لیس ہے جہاں پر موجود ماہرین بڑی احتیاط سے تباہ شدہ فلائنگ مشین، چھوٹے اور بڑے پسٹن انجن، کرینک شافٹس، سروے موٹر اور کاک پٹ سے متعلق پرزہ جات کی جانچ پڑتال کرنے کے لئے الگ الگ مکمل سہولتوں سے بہرہ ور شعبوں میں انہماک سے اپنے فرائض انجام دیتے ہیں اور بڑی باریک بینی سے ہر شے کا معائنہ کرنے کے بعد مختلف ماہرین امکانات اور شواہد پر بحث کرتے ہیں اور پھر ایک حتمی نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔

اسی لیبارٹری میں موجود ایک دوسرے کمرے میں VAX-750 نامی کمپیوٹر پر فلائٹ ریکارڈر ٹیم کے ماہرین مصروف کار رہتے ہیں یہ کمپیوٹر اپنے دامن میں 29 ملین بائٹس جتنی اطلاعات محفوظ رکھتا ہے جنہیں اگر کاغذ پر لکھا جائے تو فل اسکیپ سائز کے سات ہزار کاغذات پر یہ اطلاعات بمشکل ٹائپ ہو کر پوری آسکیں گی۔

فلائٹ ریکارڈ ٹیم کے پاس ایک چھوٹا ہینڈی TRS-80 بھی ہے جس میں ایک طاقتور کیمرہ نصب ہے جو پرانے فلائٹ ریکارڈ سے اس کے مکمل اعدادو شمار (Data) کی تصویر بڑی مہارت سے اتار لیتا ہے۔ ایک کمرے میں عموماً 6 انجینئر اور 2 مکینک مصروف نظر آتے ہیں۔ کمرے کا ماحول بالکل ایئر پورٹ کی طرح کا ہوتا ہے۔

"وائس ریکارڈ روم" میں دو ماہرین مختلف اسمبلی فائرز، ٹیپ ریکارڈرز، آڈیو کیسٹ پلیئرز، کیسٹ ٹیپ ڈیک اور آواز کی ماہیت کو جانچنے والے آلات کے ساتھ موجود رہتے ہیں اور کمرے کی دیواریں کالی ٹائلوں سے ڈھکی ہوتی ہیں۔

این ٹی ایس بی سال میں تقریباً عام نوعیت کے 45 اور خاص نوعیت کے 6 فضائی حادثات کی تحقیقاتی رپورٹ مرتب کرتی ہے۔

سول ایروناٹکس بورڈ کی جانب سے دنیا کی تمام فضائی کمپنیوں کو اپنی کمرشل پروازوں میں فلائیٹ ریکارڈ آلات نصب کرنے کی سختی سے ہدایت کی جاتی ہے۔

1950ء کے عشرے میں نان پرافٹ ٹیکنیکل کنسورشیم کی طرف سے فضائی کمپنیوں اور ایروناٹیکل ریڈیو سیٹ جس کا ٹیکنیکل اسٹینڈرڈ (Arinc 542) تھا فراہم کیا گیا جو فلائٹ پرامیٹر، بلندی (کمپاس) عمودی اسراع (ورٹیکل ایکسلریشن) اور ٹائم ریکارڈ محفوظ رکھتا تھا۔ ان آلات کی ایف اے اے کی طرف سے تصدیق کے بعد فضائی کمپنیوں کو استعمال کی اجازت دی جاتی ہے۔

1958ء میں لاک ہیڈ کمپنی FDR فلائٹ ڈیٹا ریکارڈ مارکیٹ میں آگیا جو غیر کمیونسٹ ممالک کی چالیس فیصد فضائی کمپنیاں استعمال کر رہی ہیں۔ دیگر تیار کنندگان میں فیئر چائلڈ ویسٹن اور سنڈ اسٹرینڈ کارپوریشن شامل ہیں جو کہ کاک پٹ وائس ریکارڈر (CVR) تیار کرتی ہیں۔

1967ء میں ایف اے اے کی طرف سے جہازوں میں کاک پٹ میں ایک مائیکروفون لگانے کی بھی ہدایت کی گئی کہ آلات کا معیار کم از کم اتنا ہو کہ ریکارڈنگ کا میڈیم اور وائس ریکارڈر جس میں پلاسٹک ٹیپ نصب ہو یا لوہے کی ٹیپ بہر کیف وہ 2000ء ڈگری فارن ہائیٹ (آگ لگنے کی صورت میں) بھی اپنے کارکردگی بہتر انداز میں پیش کر سکے اور کاک پٹ میں نصب ونڈ اسکرین اور دیگر شیشہ دس فٹ کی بلندی سے 500 پونڈ وزنی اسٹیل کی راڈ کی ضرب برداشت کر سکے اور ریکارڈنگ سسٹم اتنی اچھی کارکردگی کا حامل ہو کہ وہ معمولی نوعیت کے جھٹکے اور کپکپاہٹ کا ڈیٹا بھی محفوظ رکھ سکے۔ اس کے ساتھ یہ بھی ہدایت جاری ہوئی کہ تمام ریکارڈز کو جہاز کی دم میں اور شدید نوعیت کے جھٹکوں سے محفوظ رکھنے کے انتظام کے ساتھ رکھا جائے۔

فلائٹ اور آواز ریکارڈ کرنے والے آلات باہر سے بھی یکساں نظر آتے ہیں۔ یہ باکس عموماً 5 انچ چوڑے اور 7 انچ اونچے ہوتے ہیں۔ ان کے ساتھ منسلک فلائٹ ریکارڈ کے لئے 20 انچ لمبے اور 13 انچ چوڑے سی وی آر نصب ہوتے

ہیں۔ ان کا وزن عموماً 21 اور 30 پونڈ کے درمیان ہوتا ہے۔

ان بکسوں کو عام طور پر "بلیک بکس" کہا جاتا ہے۔ حالانکہ ان بکسوں میں بڑا چمکدار پیلایا پھر بین۔الا قوامی نارنجی رنگ کیا جاتا ہے۔ ان بکسوں پر چمکدار ٹیپ چپکی ہوتی ہے تاکہ پانی میں بھی اسے تلاش کیا جا سکے۔ ہر باکس میں ایسے آلات ہوتے ہیں جو پانی کی تہہ میں بھی اس بکس کی موجودگی کی خبر دیتے رہتے ہیں۔ ان میں پانی اور برف سے محفوظ رکھنے کے لئے بھی خاص قسم کے آلات نصب کئے جاتے ہیں۔

جہاز تباہ ہونے کی صورت میں اگر یہ بکس سمندر میں گریں تو اس حالت میں بھی 20 ہزار فٹ گہرائی میں گرنے کے باوجود بھی 30 دن یعنی ایک ماہ تک ان میں سے مخصوص آواز کی لہریں ڈھائی میل کی دوری تک نشر ہوتی رہتی ہیں۔

اب تھوڑی وضاحت فلائیٹ ریکارڈ کی ہو جائے۔ یہ عموماً دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک مکینیکل اور دوسرا الیکٹرونک جبکہ باہر سے دونوں ایک ہی طرح کے نظر آتے ہیں۔ مگر دونوں کے اندر کا مشینی نظام ایک دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔ پہلا ریکارڈ مکینیکل ایڈ میشن پر مشتمل ہوتا ہے۔ جس کا رابطہ ایک پروگرام دینے والے الیکٹرونک کیلکولیٹر سے ساتھ قائم ہوتا ہے۔

دوسرے سسٹم کو آپ دھات کے ورق پر ریکارڈنگ کرنے والا نظام کہہ سکتے ہیں۔ کیوں کہ اس میں لوہے کی ایک پلیٹ پر ریکارڈنگ ہوتی ہے اور یہ اطلاعات اس پلیٹ پر ایک نظام کے ذریعے منعکس ہوتی ہیں۔ بیشتر میں اپنا آلٹی میٹر ایر اسپیڈ' انڈی کیٹر' کمپاس' اندرونی کلارک اور عمودی ایکسلرو میٹر موجود ہوتا ہے۔

1970ء میں جب بوئنگ 747 ڈی سی 10 اور ایل 1011 جیسے دیو ہیکل طیارے استعمال میں آئے تو ایف اے اے نے پابندی عائد کر دی کہ تمام ایسے جہازوں میں جن کے ڈیزائن 30 ستمبر 1969ء کے بعد منظور ہوئے ہیں 'ڈیجیٹل فلائٹ ڈیٹا ریکارڈنگ (ڈی ایف ڈی آر) لازماً نصب کیا جائے جو کم از کم 17 انجنوں اور فلائٹ پرفارمنس پرامیٹرز کی کارکردگی بآسانی ریکارڈ کر سکتے ہیں۔

عام طور سے ڈیجیٹل فلائٹ ریکارڈر کی قیمت 12 سے 15 ہزار ڈالر کے درمیان ہوتی ہے۔

ڈی ایف ڈی آر دو حصوں میں منقسم ہوتا ہے ایک حصے میں سرکٹ بورڈ اور ٹیپ ڈرائیو موٹر ہوتی ہے۔ اس حصے میں آگے سے بچاؤ کا بندوبست نہیں ہوتا۔ دوسرا حصہ فائر پروف ہوتا ہے۔ جس میں تپش سے بچاؤ کی خصوصی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور اس میں ریکارڈر' پلے بیک ہیڈز اور ٹیپ کی ریل ہوتی ہے۔ ٹیپ جس پر فلائیٹ ڈیٹا ریکارڈ ہوتا ہے بہت ہی عمدہ کوالٹی کی حامل ہوتی ہے۔ پون انچ چوڑی اس ٹیپ میں 25 گھنٹے تک ریکارڈنگ کی صلاحیت موجود ہوتی ہے اور 25 گھنٹے کے بعد پھر اسی ٹیپ پر الٹی

سمت سے ریکارڈنگ ہونے لگتی ہے۔ ڈی ایف ڈی آر کو FDR پر جو امتیازی برتری حاصل ہے اس کی وجہ ڈی ایف ڈی آر کی ریکارڈنگ کی بہتر کوالٹی اور عمدہ کارکردگی ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ فلائٹ کریو (Crew) جو کچھ کہے اس سے حادثے کی وجوہات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ لوگ اکثر بہت مصروف ہوتے ہیں یا پھر بھی ممکن ہے کہ کسی وجہ سے بامعنی بات کہنے کے قابل ہی نہ رہیں۔ بسا اوقات انہیں احساس نہیں ہوپاتا کہ اصل میں گڑبڑ کیا ہے۔ امریکہ کے بنے ہوئے سی وی آر ریکارڈر میں 4 مختلف چینل ہوتے ہیں جن میں سے دو تو صرف کیپٹن اور فرسٹ آفیسر کے مائیکروفون کے لئے مخصوص ہیں۔ اگر جہاز میں فلائیٹ انجینئر موجود ہو تو اس کی گفتگو بھی علیحدہ سے ریکارڈ ہوتی ہے اور اگر جہاز میں دو پائلٹ موجود ہوں تو بھر ایسی صورت میں تیسرا چینل یا تو استعمال نہیں ہوتا یا پھر اس پر فضائی عملے کی طرف سے مسافروں کے لئے ہونے والے اعلانات ریکارڈ کئے جاتے ہیں۔ یہ تین چینل صرف اسی صورت میں استعمال ہوتے ہیں جب پائلٹ اپنے مائیکروفون کھولے یا پھر ایئر ٹریفک کنٹرولر اور اپنے کمپنی کے فلائٹ آپریشنز سے بات چیت کرے۔ بصورت دیگر ان ٹپس پر کاک پٹ میں ہونے والی چھڑ چھاڑ ہی ریکارڈ ہوتی ہے۔

جبکہ چوتھا چینل عموماً خالی رہتا ہے یا پھر اس پر خاص قسم کی اطلاعات ریکارڈ ہوتی ہیں بارہ سال پہلے ایئر انڈیا کے بوئنگ 747 کی تباہی کے بعد اس کے ملنے والے ڈی ایف ڈی آر سے ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو کچھ بھی ہوا لیکن کیا ہوا یہ واضح (کلیئر) نہیں تھا حتی کہ "ڈاٹا" رکنے سے ایک ملی سیکنڈ پہلے تک بھی ہر چیز صحیح کام کر رہی تھی۔ ڈیجیٹل فلائٹ ریکارڈر بھی ضروری نہیں ہماری مشکلات کو آسان کر سکے لیکن اس کے "ڈاٹا" کی کوالٹی کیونکر نسبتاً بہتر ہے اس لئے ہمیں اس سے قدرے بہتر راہنمائی مل جاتی ہے۔ جس سے ہم اس قابل ہوجاتے ہیں کہ زیادہ تفصیلات کے ذریعے پیش آنے والے واقعات کی بہتر تصویر کشی کر سکیں۔

بے شک ڈی ایف ڈی آر اور سی وی آر سے حاصل شدہ معلومات پر کسی بھی حادثے کی سو فیصد تحقیقات کا انحصار نہیں ہوتا لیکن امریکہ کے نیشنل ٹرانسپورٹیشن بورڈ کی جمع شدہ معلومات بھی ضائع نہیں جاتیں۔ ان کے ذریعے ایئر لائنز کے انجینئر اپنے جہازوں کی پرفارمنس کو زیادہ بہتر کرتے ہیں اور جہازوں کی دیکھ بھال کا معیار مزید بہتر بناتے ہیں۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ جہاز ساز کمپنیاں حادثات کی پیش بندی کرنے والے آلات کو بہتر بنانے میں دن رات کوشاں ہیں اس کے باوجود ان چھوٹے بکسوں کی اہمیت کم نہیں ہوسکتی کیوں کہ ان سے حاصل شدہ نتائج جن خدشات کی نشان دہی کرتے ہیں اگر ان کی پہلے سے پیش بندی کرلی جائے تو ایئر فلوریڈا۔ 90 کو پیش آنے والے جیسے حادثات سے بچا جاسکتا ہے۔

(بقیہ از صفحہ نمبر ۹)

متحقق	ثابت ہونا، پورا ہونا
مُرورِ زمانہ	زمانے کا گزرنا، لمبا عرصہ ہو جانا
مُخمر	ڈھانپی ہوئی، لپٹی ہوئی
قیاصرہ	قیصر کی جمع، اور قیصر عموماً روم کے بادشاہوں کے لئے خاص تھا
کثیف	بھاری، بوجھل، گندا
تمسک بہا	جس پر اعتماد کیا جائے، جسکو مستند سمجھا جائے
ظل	سایہ
انجیل	یہ یونانی زبان کا لفظ ہے، اسکے لغوی معنی ہیں 'خوشخبری' اور بائبل میں موجود اس حصۂ کتاب کا نام جس میں مسیح کے حواریوں اور شاگردوں نے حضرت مسیح کے حالات اور تعلیمات کو اپنے لفظوں میں بیان کیا ہے، عیسائیوں کی مقدس کتاب ہے، البتہ یہ واضح رہے کہ عام طور پر اس کو شریعت یا شرعی کتاب کہا جاتا ہے جو کہ درست نہیں اور نہ ہی یہ وہ کتاب ہے جو کہ حضرت مسیح پر نازل ہوئی۔
بروز	مثیل، اصطلاح میں اس سے مراد ایسا شخص لیا جاتا ہے جو اپنے اندر کسی شخص کی صفات کا حامل ہو کر پیدا ہو،
مصدع اوقات	مصدع کے معنی ہیں دردِ سر، یا دردِ سر کا باعث اور یہاں یہ معنی ہو سکتے ہیں، کہ میں آپ کا وقت خواہ مخواہ ضائع کرنے کا باعث بنوں

دنیا کے ہر احمدی کو چاہئے کہ

حب الوطن

"لوگ تو اِس ملک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن آپ ان کوششوں کی راہ میں روک بن جائیں اور حُب الوطنی کے گیت گائیں اور ساری قوم کو سمجھائیں۔

...... حب وطنی کے جذبہ کو زخمی نہ ہونے دو۔ اِس لئے جماعت احمدیہ کو یہ جہاد بھی کرنا چاہئے کہ پاکستان میں حب الوطنی کے احساس کو نمایاں کیا جائے اور بیدار کیا جائے اور ہر قسم کے ایسے خیالات جو پاکستان کو کسی طرح نقصان پہنچا سکتے ہیں ان کے خلاف کوشش کرنا بھی جماعت احمدیہ کا کام ہے......

میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ پاکستان کو ہمیشہ سلامت رکھے کیونکہ یہ ملک دین کے نام پر حاصل کیا گیا تھا اور اس لحاظ سے یہ واحد ملک ہے اس لئے اگر اس مقدس نام سے پیار اور محبت ہے تو پھر دنیا کے ہر احمدی کو چاہئے کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ہر کوشش کو ناکام بنادے۔"

(اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ مورخہ 8 نومبر 1982ء)